قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 22 دسمبر 2022ء | 27/جمادی الاول 1444 ہجری قمری | 22/فتح 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:281

ارشادِ باری تعالیٰ

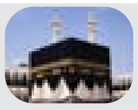

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾

(الحشر: 19)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

فرمانِ رسولؐ

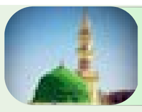

عَنۡ اَبِی ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِی رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اتَّقِ اللّٰہَ حَیۡثُمَا کُنۡتَ وَاَتۡبِعِ السَّیِّئَۃَ الۡحَسَنَۃَ تَمۡحُھَا وَ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ

(ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ما جاء فی معاشرۃ الناس)

حضرت ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا جہاں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اگر کوئی برا کام کر بیٹھو تو اس کے بعد نیک کام کرنے کی کوشش کرو یہ نیکی اس بدی کو مٹا دے گی اور لوگوں سے خوش اخلاقی اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

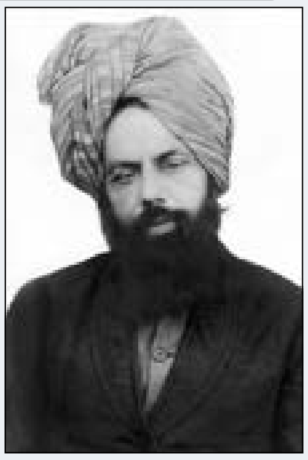

- اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے۔ کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِیۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ

(النحل: 129)

ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلۂ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رو بہ دنیا تھے۔ ان تمام آفات سے نجات پاویں۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 10 ایڈیشن 1984ء)

- پس ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے تقویٰ و طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہاتِ دنیا سے آزاد کر کے اس کے کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ۙ﴿۳﴾ وَّیَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ (الطلاق: 3-4) جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں نہ ہوں۔ یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دوکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغ گوئی کے سوا اُس کا کام ہی نہیں چل سکتا۔ اِس لئے وہ دروغ گوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا اور اُسے ایسے موقع سے بچا لیتا ہے جو خلافِ حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ یاد رکھو! جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا، تو خدا نے اسے چھوڑ دیا۔ جب رحمان نے چھوڑ دیا۔ تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 12 ایڈیشن 1984ء)

- تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کو شریعت کا خلاصہ کہہ سکتے ہیں اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغز شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت ہیں۔ لیکن اگر طالب صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اس راستی اور طلبِ صدق کی وجہ سے اعلیٰ مدارج کو پالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ (المائدہ: 28) گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے... لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہر ایک ان میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے تا کہ قبولیتِ دعا کا سرور اور حظ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 108-109 ایڈیشن 1984ء)

فرمانِ خلیفۂ وقت

تقویٰ کے مختصراً معنی بتاتا ہوں۔ تقویٰ کا مطلب ہے نفس کو خطرے سے محفوظ کرنا اور شرعی اصطلاح میں تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جو انسان کو گناہگار بنا دے اور یہ تب ہوتا ہے جب ممنوعہ اشیاء سے بچا جائے بلکہ اس کے لئے بعض اوقات جائز چیزوں کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ مثلاً رمضان میں پاک اور جائز چیزوں سے بھی مومن اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے رک جاتا ہے۔ تو بہرحال اصل تقویٰ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر اس چیز سے بچانا جو گناہوں کی طرف لے جائے اور یہ ہر مسلمان کے لئے فرض ہے چاہے وہ کسی قوم کا ہو۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں پوچھے گا کہ تم فلاں قوم کے ہو جو امیر ہے اس لئے تمہیں کچھ چھوٹ دی جاتی ہے۔ یا تم فلاں قوم کے ہو جو ترقی یافتہ نہیں اس لئے چھوٹ دی جاتی ہے۔ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے یہ عذر قابل قبول نہیں ہوں گے۔ اس لئے ہر ایک کو اپنے آپ کو ہر برائی سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے اور ہر نیکی کو بجا لانے کے لئے تمام تر صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہئے۔ تبھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم امام الزمان کی جماعت میں شامل ہیں۔ یاد رکھیں کہ تمام بری باتوں سے اس وقت بچا جا سکتا ہے جب دل میں خدا تعالیٰ کی خشیت ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ایسا خوف ہو جس سے اس کی محبت بھی ظاہر ہوتی ہو اور یہ باتیں تب ملتی ہیں جب اس کے آگے جھکا جائے، اس سے مانگا جائے۔ یہ دعا کی جائے کہ اے خدا! میں تیری محبت میں وہ تمام باتیں چھوڑنا چاہتا ہوں جن کے چھوڑنے کا تو نے حکم دیا ہے اور وہ تمام باتیں اختیار کرنا چاہتا ہوں جن کے کرنے کا تو نے حکم دیا ہے۔ لیکن تیرا قرب پانے کے لئے بھی تیرا فضل ہونا ضروری ہے۔ اے اللہ! اپنے فضل سے مجھے تقویٰ عطا فرما۔

(خطبہ جمعہ 26/ مارچ 2004ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- انسان کو خدا سے ملاتی ہیں مسجدیں (منظوم)
- یہ پھول محفوظ رکھو (مسیح موعودؑ)
- ’’اور زمین اپنے ربّ کے نور سے جگمگا اٹھی‘‘
- بیت اللہ کی تاریخ
- مسجد قباء اور مسجد نبویؐ کی تعمیر
- حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی

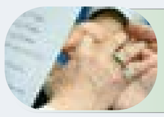

دربارِ خلافت

عورتیں جماعتی کام کرتے خاوندوں کے حقوق ادا کریں

مؤرخہ 4/ستمبر 2022ء کو لجنہ اماء اللہ اٹلی کی نیشنل مجلس عاملہ کی حضور انور سے ورچوئل ملاقات ہوئی۔جس میں ایک ممبر نے سوال کیا کہ:

سوال:اکثر شوہر جماعتی کاموں میں یا تعلیمی کلاسز میں اپنی بیویوں کے ساتھ تعاون نہیں کرتے...

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:’’ان کی اصلاح کریں۔ان کی اصلاح کرنا بھی آپ کا ہی کام ہے۔اپنے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ وہ اچھے شوہر بن جائیں اور جماعت کے اچھے مرد ممبر بنیں۔ایک تو یہ کریں۔تا کہ آئندہ نسل کو تو وہ سنبھال سکیں۔ایک تو لمبے عرصے کی پلاننگ ہے۔اگلی نسل کی تربیت کرنا عورتوں کا کام ہے۔تا کہ وہ صحیح تعاون کرنے والے ہوں۔دوسرے جو نہیں کرتے۔عورتیں پھر دیکھیں کہ وہ چاہتے کیا ہیں،ان سے پوچھیں ؟اگر ان کو یہ شکوہ ہے’’کہ تم سارا وقت جماعت کو دے دیتی ہو،لجنہ کے کام کرتی رہتی ہو،لجنہ کے نام پر سارا دن باہر رہتی ہو،میں گھر آؤں تو گھر خالی ہوتا ہے۔میرے کھانے کا انتظام صحیح نہیں ہوتا۔بچے صحیح تربیت حاصل نہیں کر رہے۔بچوں کا خیال نہیں رکھا جاتا۔‘‘ تو پھر شوہر صحیح ہیں۔اس لیے اپنے کام کو تقسیم کریں۔دیکھیں،صحیح پلان کریں۔کہ کس طرح ہم نے بچوں کا بھی حق ادا کرنا ہے،خاوندوں کا بھی حق ادا کرنا ہے۔گھر کو سنبھالنا ہے اور پھر جو وقت ہے وہ جماعتی کاموں میں لجنہ کو بھی دینا ہے۔تو پوری پلاننگ کر کے کریں۔سوچیں،سکیم بنائیں پھر لجنہ کی ممبرات جن کے خاوند ان کو کام نہیں کرنے دیتے ان سے کہیں کہ تم اس پر عمل کر کے دیکھو۔شاید کامیابی ہو جائے۔یہ تو ہر ایک کیس کے اوپر انفرادی طور پر ہر ایک کو الگ الگ فیصلہ کرنا ہو گا۔لیکن یہ بہر حال دیکھنا ہو گا کہ عورت پر گھر کی ذمہ داری ہے،بچوں کی تربیت کی ذمہ داری ہے اور خاوند کا خیال رکھنے کی بھی ذمہ داری ہے۔یہ نہیں ہے کہ خاوند کو کہہ دے کہ،میں لجنہ کے کام جا رہی ہوں،تم آج روٹی بنا لینا۔یہ نہیں ہو گا۔پھر تو گھر میں لڑائیاں ہوں گی اور لڑائیوں سے ہم نے بچنا ہے۔میں بالکل یہ نہیں کہہ رہا کہ آپ گھروں میں لڑائیاں کریں اور فتنے پیدا کریں۔عورتوں کو چاہیے کہ حکمت سے کام کریں اور سمجھانا چاہیں تو عورتیں سمجھا سکتی ہیں۔‘‘

(الفضل آن لائن 15/ نومبر 2022ء)

دعا کا تحفہ

صبح شام کی دعا

حضرت ابانؓ اپنے والد حضرت عثمان غنیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ دُعا روزانہ صبح یا شام تین مرتبہ پڑھ لے اللہ تعالیٰ اسے اُس روز یا اُس رات کو کسی بھی ناگہانی بلا سے محفوظ رکھتا ہے۔حضرت ابانؓ کو بعد میں فالج ہو گیا تھا اس کے بعد انہوں نے یہ حدیث سنائی تو ایک شخص نے تعجب سے آپ کی بیماری پر نظر کی تو آپؓ فرمانے لگے خدا کی قسم!یہ روایت سُنا کر نہ مَیں نے حضرت عثمانؓ پر جھوٹ باندھا ہے اور نہ حضرت عثمانؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا البتہ ایک روز میں غصّے میں تھا اور یہ دُعا پڑھنی بھول گیا۔اتفاق سے اُسی روز مجھ پر فالج کا حملہ ہو گیا اور یوں میرے یہ دُعا نہ پڑھنے کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ تقدیر پوری کر دی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

(ابوداؤد کتاب الادب)

ترجمہ:اللہ کے نام کے ساتھ دُعا کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز زمین اور آسمان میں نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ بہت سننے والا ہے اور جاننے والا ہے۔

(مناجات رسولؐ از خزینۃ الدعا مرتبہ علامہ ایچ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 111-112)

مرسلہ:عائشہ چوہدری۔جرمنی

انسان کو خدا سے ملاتی ہیں مسجدیں

انسان کو خدا سے ملاتی ہیں مسجدیں
بت بغض اور انا کے گراتی ہیں مسجدیں

سب ایک صف میں ہی کھڑے ہوتے ہیں مومنین
چھوٹے بڑے کا فرق مٹاتی ہیں مسجدیں

لے کر وضو میں آتے ہیں سب پاکدامنی
لب پر دعا کا ورد بڑھاتی ہیں مسجدیں

جھکتے ہیں سجدہ کرتے ہیں سب بن کے ایک جان
وحدانیت سے عشق سکھاتی ہیں مسجدیں

ہر اک اذاں سے آتی ہے بس ایک ہی صدا
آ جاؤ سب کہ تم کو بلاتی ہیں مسجدیں

اللہ کا گھر ہے یہ سنو دارالامان ہے
دنیا کے سارے غم سے بچاتی ہیں مسجدیں

بے شک ہے کامیابی اسی میں بھلائی ہے
دل کا دیا ہمیش جلاتی ہیں مسجدیں

دیا جیم۔فجی

اداریہ

یہ پھول محفوظ رکھو (مسیح موعودؑ)

حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

(قریباً 1902ء) میں ایک لیڈی مس روز نام کی تھی جس کے مضامین اُس ملک (غالباً امریکہ کی طرف اشارہ ہے) کے اخباروں میں اکثر چھپا کرتے تھے۔ میں نے اس کے ساتھ تبلیغی خط و کتابت شروع کی اور اس کے خط جب آتے تھے میں عموماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ترجمہ کر کے سنایا کرتا تھا اور ہماری مجلسوں میں اسے ''مس گلابو'' (روز پھول کا اردو ترجمہ) کہا جاتا تھا۔ ایک دفعہ مس گلابو نے اپنے خط کے اندر پھولوں کی پتیاں رکھ دیں۔ حضرت صاحب نے انہیں دیکھ کر فرمایا۔

''یہ پھول محفوظ رکھو کیونکہ یہ بھی یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کی پیشگوئی کو پورا کرنے والے ہیں''

(ذکر حبیب صفحہ 99 از الفضل آن لائن 3/ اکتوبر 2022ء صفحہ 16)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ کو پڑھتے ہی خاکسار کا ذہن جماعت احمدیہ کے دنیا بھر میں منعقد ہونے والے جلسہ ہائے سالانہ کی طرف گیا۔ بالخصوص قادیان دارالامان کے 2022ء میں منعقد ہونے والے جلسہ سالانہ کی طرف ذہن منتقل ہوا۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے فرستادہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کو بہت سی خبریں دیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی۔

یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

(تذکرہ صفحہ 465)

حقیقۃ الوحی میں اس الہام کا ترجمہ یوں درج ہے:

''اس کثرت سے لوگ تیری طرف آئیں گے کہ جن راہوں پر وہ چلیں گے وہ عمیق ہو جائیں گے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 77)

جلسہ سالانہ کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں اور اللہ تعالیٰ کے الہامات روزنامہ الفضل ربوہ اور بعد ازاں روزنامہ الفضل آن لائن لندن کی زینت بنتے رہتے ہیں اور ان شاءاللہ بنتے رہیں گے۔ زیر نظر عنوان کی تشریح میں خاکسار نے جو الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیش کیا ہے۔ اس الہام میں الفاظ ''یَأْتُوْنَ'' میں ذی روح لوگ یعنی مرید، متبعین اور وفادار مراد ہیں جب کہ الفاظ ''یَأْتِیْکَ'' میں وہ تحفے تحائف مراد ہیں جو یہ وفادار مرید لے کر آئیں گے یا آتے ہیں اور اوپر بیان شدہ ''مس گلابو'' کے واقعہ سے یہ بھی عیاں ہے کہ ان میں وہ تحفے بھی مراد ہو سکتے ہیں جو لوگ ساتھ تو نہیں لاتے مگر بھجوا دیتے ہیں۔ وہ اشیاء جو تحفتاً آتی ہیں وہ بھی آئیں گی اور ساری دنیا سے آئیں گی۔

میں تھا غریب و بے کس و گم نام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

مس گلابو نے حضورؑ کو پھول کی پتیاں بھجوائیں حضور علیہ السلام نے ان پتیوں کو بھی محفوظ کرنے کی ہدایت جاری فرمائی۔

پھول، ادبی اور معاشرتی دنیا میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اگر کسی شخص کو اس کے قد کاٹھ کے مطابق قدر و منزلت اور عزت دینی ہو تو اس کی خدمت میں پھول پیش کیے جاتے ہیں۔ دین و دنیا کا کوئی اہم رہنما کسی جگہ کا دورہ کرے تو اس کا استقبال اُسے پھولوں کا گلدستہ پیش کر کے کیا جاتا ہے اور پھولوں کا گلدستہ بھی ایک پھول نما بچہ یا بچی پیش کرتی ہے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے حال ہی میں امریکہ کا دورہ فرمایا اور اس دوران بھی حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں پھولوں کے گلدستے پیش کیے گئے۔ یہ دراصل اس عظیم شخصیت سے پیار و محبت اور عقیدت کا اظہار ہوتا ہے اور ایک خاص تعلق کی عکاسی کرتا ہے۔

شادی بیاہ کے موقع پر میاں بیوی بھی ایک دوسرے کو گلاب کا پھول پیش کرتے ہیں۔ عاشق معشوق بھی آپس میں پھولوں کے تبادلہ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

شادی بیاہ کے مواقع پر گاڑیوں اور شادی گھروں کی سجاوٹ پھولوں سے کی جاتی ہے۔ اسٹیج کو پھولوں سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ دلہا یا دلہن کی آمد پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جاتی ہیں۔ دولہا کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے جاتے ہیں۔

گھروں کی کیاریوں کو پھولوں سے سجایا جاتا ہے۔ الغرض پھولوں کا آراستگی اور سجاوٹ میں بہت عمل دخل ہے۔ ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر مس گلابو کی طرف سے پھولوں کی پتیوں کا جائزہ لیا جائے تو مس گلابو نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس محبت میں پتیاں بھجوائی تھیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پڑھ کر قائم ہوئی تھی۔ یہ دراصل ایک تحفہ تھا۔ جن کو یَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کا نشان قرار دے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محفوظ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔

ایک اور اہم پہلو

پھول اور اس کی پتیوں کی بات چل رہی ہے تو اصلی خوشبودار اور رنگ برنگے پھولوں کے مقابل پر بے شمار نقلی اور بناوٹی پھول بھی مارکیٹوں میں موجود ہیں۔ مگر روحانی اور دینی مارکیٹوں میں دستیاب پھولوں کی بات ہی کچھ نرالی ہوتی ہے۔ کسی مذہب، دینی فرقہ کا سربراہ یا نبی ایک درخت کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی شاخیں، سرسبز و شاداب پتے، اس کی کونپلیں، اس کی کلیاں اور اس کے پھول پھل وہ لوگ ہوتے ہیں جو امنا وصدقنا کہہ کر اپنے آپ کو اور اپنی نسبت کو اس مبارک روحانی درخت کے ساتھ جوڑ لیتے ہیں۔ پھر ان پر جو پھول لگتے ہیں ان سے نہ صرف اس فرقہ یا جماعت کا باغ مہک اٹھتا ہے بلکہ اس فرد کے گھرانے کا باغیچہ بھی خوبصورت لگتا ہے اور ان میں کھلنے والے رنگ برنگے پھول خوشبو بکھیر رہے ہوتے ہیں۔ اگر وہ پھلوں والا پودا ہے تو پھل لگنے سے قبل جب پھول اس درخت کو اپنے حصار میں لیتے ہیں تو اس کے ارد گرد بھینی بھینی خوشبو پھیل جاتی ہے۔ پھل لگنے کے بعد تو اس کے ذائقہ سے ہر کوئی مستفیض ہوتا ہے۔ یہ پھل اور پھولوں کی بہار اتنی بڑی ہو جاتی ہے کہ انہیں ارد گرد پڑوسیوں میں بھی تقسیم کر کے ان کو بھی محظوظ کروایا جاتا ہے۔ ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ گلاب کے پودے پر لگے پھول دلوں کو بھا رہے ہوتے ہیں اور روح کی تسکین کا موجب ہوتے ہیں وہاں ان کی پتیوں کو بھی خوبصورتی اور سجاوٹ کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے بلکہ جو پتیاں پھولوں سے الگ ہو کر زمین پر گر جاتی ہیں۔ ان پتیوں سے گلاب کے پودے والی اور ارد گرد کی زمین بھی خوشبودار ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کے ماننے والوں کو اے میرے درخت وجود کی سرسبز شاخو! کہہ کر پکارا ہے وہ دراصل یہی نصیحت ہے جو خاکسار یہاں بیان کرنے کی کوشش میں ہے۔

حضرت سید میر محمد اسحاقؓ اپنے ماتحت چلنے والے ادارہ ''دارالشیوخ'' میں پلنے والے یتیم و مسکین بچوں کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا باغ ہے اور بچے اس کے درخت ہیں۔

(الفضل آن لائن 15/ نومبر 2022ء)

ان تمام معنوں کو مدنظر رکھ کر یہ بلا تردّد کہا جا سکتا ہے کہ جلسہ سالانہ پر حاضر ہونے والے لوگ دراصل پھول ہی تو ہیں جو اپنی خوبصورت رنگ برنگی خوشبودار پتیوں سے نہ صرف جلسہ گاہ کو آراستہ کر رہے ہوتے ہیں بلکہ مرکزی جلسہ سالانہ میں حاضر ہو کر امام وقت خلیفۃ المسیح سے تعلق قائم کر کے جہاں اپنے اندر تازگی پیدا کرتے ہیں وہاں خلافت اور جماعت کی مضبوطی کا باعث بنتے ہیں۔

مجھے سال ہا سال جلسہ سالانہ برطانیہ میں پاکستان سے شامل ہونے کی توفیق ملتی رہی ہے۔ حدیقۃ المہدی میں شاملین جلسہ کو دیکھ کر یہ تاثر ملتا ہے کہ ایک روحانی باغ لگ چکا ہے اور ہر طرف اشخاص اس میں بطور پھول ہی پھول نظر آتے ہیں۔ کسی سے اطاعت و وفا کی خوشبو آ رہی ہوتی ہے، کسی سے نماز باجماعت کی خوشبو، کوئی تسبیح و تحمید کی خوشبوئیں بکھیر رہا ہوتا ہے۔ کسی میں اپنے آقا و مولیٰ سے محبت و عقیدت کی وجہ سے درود شریف کی خوشبو کی لپٹیں نکل رہی ہوتی ہیں۔ ہر طرف اخوت و بھائی چارے کا ماحول ہوتا ہے۔ اللہ ہی اللہ اور خلیفۃ المسیح کے دیدار کی لگن ہر ایک کو ستائے رکھتی ہے۔ محبت کی یہ آگ دونوں طرف سے برابر نظر آتی ہے۔ اگر ایک طرف عشاق احمدیت پھبھے پھار یعنی ایڑھیاں اٹھا اٹھا کر اپنے خلیفہ کا دیدار اور اس پر ہر ایک نگاہ ڈالنے کی فکر میں رہتے ہیں تو دوسری طرف خلیفۃ المسیح کی ان عشاق سے محبت دیدنی ہوتی ہے وہ اپنے سے پیار کرنے والوں کا دیدار کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں اور ان روحانی رنگ برنگے پھولوں کی خوشبوؤں سے فیض یاب ہو رہے ہوتے ہیں اور بزبان حال کہا جا رہا ہوتا ہے کہ یہ پھول اور ان کی پتیاں ہیں جن کو محفوظ کر لیں۔ اب دیکھیں! پہلے جلسہ سالانہ منعقدہ 1891ء میں جن 72 خوش نصیب پھولوں نے شرکت فرمائی۔ ان کے اسماء تاریخ احمدیت میں تا قیامت محفوظ چلے جائیں گے۔ ''اوڑھنیوں والیوں کے لیے پھول'' نام نے اس موقع پر میری توجہ اس طرف بھی پھیری کہ ان جلسوں پر خلیفۃ المسیح کے منہ سے پاک کلمات کی صورت میں پھول جھڑ رہے ہوتے ہیں وہاں شاملین کی طرف سے اخلاص و وفا کے عہد و پیمان بھی رنگا رنگ کے خوبصورت پھول ہیں جو ان کے مونہوں سے نکلتے ہیں اور احمدیت کی وفاداری کی تاریخ کا حصہ بن جاتے ہیں۔

ایک تیسرا پہلو

اس مضمون کا ایک تیسرا پہلو بھی ہے اور وہ عملی طور پر لوگوں کی کثرت سے آمد کی وجہ سے سڑکوں پر گڑھے پڑنا ہے۔ ہم نے

بقیہ صفحہ 16 پر

ربیب احمد مرزا۔ مبلغ سلسلہ ایم ٹی اے شعبہ ترجمانی لندن

’’اور زمین اپنے ربّ کے نور سے جگمگا اٹھی‘‘

’’جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے وہ بڑا عقلمند ہے کیونکہ اس کو اسرارِ ملکوتی سے حصّہ ہے۔‘‘

(الہام حضرت مسیح موعودؑ 1891ء)

جب ہم دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارے مشاہدہ میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ مذاہب عالم کے پیروکاروں نے جس جگہ بود و باش کیا وہاں انہوں نے عبادتِ الٰہی کی غرض سے عبادتگاہوں کو بنایا۔ پس خواہ وہ ہندوؤں کے مندر ہوں، بدھ مت کے سٹوپا ہوں، عیسائیوں کے گرجے ہوں، یہودیوں کے معبد ہوں یا رومی و یونانی معبد ہوں جن میں مختلف خداؤں کی پوجا کی جاتی تھی، ہر قوم، ہر تمدن بلکہ ہر تہذیب میں ایک ایسی جگہ عبادت کیلئے مخصوص کی جاتی تھی جو لوگوں کی تسکین دل کا باعث بنتی تھیں اور جہاں وہ غور و خوض کر کے وصل یار حاصل کر پاتے۔

بیتِ عتیق

قرآن کریم کے مطابق بیتِ عتیق (خانہ کعبہ) جس کے بارہ میں اب نئی تحقیق کے پیش نظر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بالکل دنیا کے وسط میں واقع ہے خدا تعالیٰ کی عبادت کیلئے سب سے پہلا گھر تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۷﴾

یعنی کہ بنی نوع انسان کیلئے جو سب سے پہلا گھر بنایا گیا تھا وہ مکہ معظمہ کے مبارک مقام پر واقع ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ وہ پہلا گھر جو لِلنَّاسِ وضع کیا گیا ہے، بنایا گیا ہے مکّہ میں ہے۔ مختلف روایات اور قرآنِ کریم کی آیات میں جو مفہوم مختلف جگہوں میں بیان ہوا ہے اس سے میرے ذہن نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جب ہمارے آدمؑ کی پیدائش اور بعثت ہوئی (میں نے ہمارے آدم کے الفاظ اس لیے استعمال کیے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ لاکھ کے قریب آدم اس دنیا میں پیدا ہوئے ہیں جو آدم سے پہلے گزرے تھے۔ ان کی اولاد میں سے بعض کو اولیائے امّت نے اپنے کشف میں دیکھا بھی ہے جس کا انہوں نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے) اُس وقت دنیا ایک مختصر سے خطہ میں آباد تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے سب انسانوں کے لیے اپنی حکمت کاملہ سے آدم پر یہ وحی فرما کر بیت اللہ کی تعمیر کروائی، ایک گھر بنوایا اور اُس گھر کو تمام بنی نوع انسان کے ساتھ متعلق کر دیا جو اُس آدم کی اولاد میں سے تھے۔ لیکن بعد میں جب یہ نسل بڑھی اور پھیلی اور دنیا کے مختلف خطّوں کو انہوں نے آباد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحانی اور ذہنی نشو و نما کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہر قوم اور ہر خطّہ میں علیحدہ علیحدہ نبی بھیجنے شروع کیے تا ان کو ان راہوں پر چلانے کی کوشش کریں جن راہوں پر چل کر خدا تعالیٰ کا ایک بندہ اپنی استعداد کے مطابق عبودیّت کی ذمہ داریوں کو نبھا سکتا ہے اور احادیث سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اس دنیا میں ایک لاکھ سے اوپر انبیاء گزرے ہیں۔ تو جس آدم کی اولاد اس طرح منتشر اور متفرق ہوگئی تھی علیحدہ علیحدہ قوم بن گئی تھی جن کے اپنے اپنے نبی تھے انہوں نے اس گھر کی طرف توجّہ دینی چھوڑ دی جو خدا کا گھر اور تمام بنی نوع انسان کے لیے کھڑا کیا گیا تھا اور اس سے اس قدر بے توجّہی برتی کہ حوادث زمانہ کے نتیجہ میں اور مرمّت اور آبادی نہ ہونے کی وجہ سے اس گھر (بیت اللہ) کے نشان تک مٹ گئے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کا یہ منشا پورا ہونے کا وقت آیا کہ پھر تمام دنیا عَلٰی دِیۡنٍ وَّاحِدٍ جمع کر دی جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو از سر نو تعمیر کرنے اور اس گھر کی حفاظت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور ان کی نسل کو وقف کر دینے کا فیصلہ کیا تا ایک قوم اس بیت اللہ سے تعلّق رکھنے والی ایسی پیدا ہو جائے جن کے اندر وہ تمام استعدادیں پائی جاتی ہوں جو اُس قوم میں پائی جانی چاہئیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی پہلی مخاطب ہو۔ چنانچہ اڑھائی ہزار سال تک دعاؤں کے ذریعہ سے اور وقف کے ذریعہ سے ایک ایسی قوم تیار ہوئی جو اگر خدا تعالیٰ کی بن جائے تو اس کے اندر تمام وہ استعدادیں پائی جاتی تھیں جن سے وہ روحانی میدانوں میں بنی نوع انسان کی راہ نمائی اور قیادت کر سکے اور چونکہ یہ استعدادیں اور قوتیں اپنے کمال کو پہنچ چکی تھیں، ان کے غلط استعمال سے فتنہ عظیمہ بھی پیدا ہوسکتا تھا۔ اس لیے جب تک وہ گمراہ رہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شدّت سے مخالفت کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی ایذا پہنچائی کہ پہلی کسی امّت نے اپنے نبی کو اس قسم کی ایذا نہیں پہنچائی۔ غرض ان کے اندر استعدادیں بڑی تھیں۔ ایک وقت تک وہ چُھپی رہیں۔ ایک وقت تک شیطان کا ان پر قبضہ رہا، لیکن جب وہ سوئی ہوئی استعدادیں بیدار ہوئیں اور انہوں نے اپنے ربّ کو پہچانا تو دنیا نے وہ نظّارہ دیکھا کہ اس سے قبل کبھی بھی انسان نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اس قسم کی قربانیوں کا نظّارہ نہیں دیکھا تھا۔ غرض یہ وہ قوم تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی قربانیوں اور ان کی دعاؤں اور ان کی نسل کی قربانیوں اور ان کی دعا کے نتیجہ میں پیدا ہوئی۔‘‘

(خطبہ جمعہ 31/ مارچ 1967ء بمقام مسجد مبارک ربوہ)

وَ جُعِلَتۡ لِیَ الۡاَرۡضُ مَسۡجِدًا

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا کہ ’’مجھے خدا کی طرف سے پانچ ایسی باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو عطا نہیں ہوئیں‘‘ (صحیح بخاری کتاب التیمّم)۔ ان میں سے ایک امتیازی نشان یہ تھا کہ تمام زمین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بطور مسجد بنائی گئی ہے۔ پس اس حدیث سے ہم اس بات کو اخذ کرتے ہیں کہ تبلیغ اسلام کی کتنی اہمیت ہے اور اس حوالہ سے قیامِ مسجد کی اس میں کتنی ضرورت ہے کہ یہ بھی ایک ذریعہ ہے جس سے تمام دنیا کو اسلام کی سچی، پر امن اور خوبصورت تعلیم سے روشناس کروایا جاسکتا ہے، نیز یہ مساجد وہ جگہیں ہیں جس میں عبادت کر کے انسان خدا تعالیٰ کا سچا عابد بن سکتا ہے۔ پس جیسا کہ حضورؐ نے بتایا کہ مسلمانوں کو عموماً اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً اہل مکہ کی سفاکانہ سازشوں اور روّیوں کا نشانہ بننا پڑا لیکن یہ مخالفت کا بازار جو گرم ہو رہا تھا وہ ہرگز مسلمانوں کے دلوں سے اَحَدٌ کی صدا نہ مٹا سکا اور نہ ہی وہ ان کی عبادتوں میں کوئی خلاء پیدا کر سکا۔ بلکہ ابتداء میں مسلمان ایک گھر جسے ’’دار ارقم‘‘ کے نام سے جانا جاتا ہے، میں اپنی عبادات کرتے تھے اور احادیث میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے سامنے جاکر اپنی عبادات بجالاتے تھے۔ پس آفات و مصائب کے بادل کے چھا جانے کے باوجود مسلمانوں نے قیامِ توحید میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے کا حکم فرمایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہجرت کے دوران جو سب سے پہلا کام آپ نے سرانجام دیا تھا وہ مسجد قبا کی تعمیر تھی۔ مدینہ کے شمال میں 3 میل کے فاصلہ پر یہ شہر قُبا واقع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اس مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا اور خود ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعمیر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَفَمَنۡ اَسَّسَ بُنۡیَانَہٗ عَلٰی تَقۡوٰی مِنَ اللّٰہِ وَرِضۡوَانٍ خَیۡرٌ اَمۡ مَّنۡ اَسَّسَ بُنۡیَانَہٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ ہَارٍ فَانۡہَارَ بِہٖ فِیۡ نَارِ جَہَنَّمَ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۰۹﴾

(التوبہ:109)

یعنی کہ پس جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے تقویٰ اور (اس کی) رضا پر رکھی ہو کیا وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک کھوکھلے ڈھے جانے والے کنارے پر رکھی ہو۔ پس وہ اسے جہنم کی آگ میں ساتھ لے گرے اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

بعض راستباز علماءِ سلف نے اس آیت کو اس واقعہ پر تطبیق کیا اور شاید اسی وجہ سے اس مسجد کا دوسرا نام مسجد تقویٰ بھی آتا ہے۔ پس یوں تو اس نازک سی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کو اہمیت دی کیونکہ دراصل یہی ایک تقویٰ کا گہوارہ ہے جس سے انسان روحانی نشو و نما حاصل کرتے ہوئے اپنے مالک حقیقی کے ساتھ ایک زندہ اور پختہ تعلق قائم کرسکتا ہے۔ پس یہ عظیم فعل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ایک مسجد اسلامی معاشرہ قائم کرنے کے لئے ایک اہم بنیاد ہے۔ سو دراصل مسجد ایک ایسی جگہ ہے جو روحانیّت، اخلاقیات اور حصولِ ہدایت کیلئے مختص کر دی گئی ہے۔ پھر مدینہ منوّرہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں میں بھی مساجد بنائی گئیں۔ پس یہ مساجد صرف مسلمانوں کیلئے نہیں تھیں بلکہ ذکر ملتا ہے کہ ایک دفعہ ایک وفد نجران سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے آیا۔ گفتگو کے دوران ان کی عبادت کا وقت آ گیا۔ اس پر آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم نے ان کو اپنی مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت عنایت فرمادی۔ پس دراصل یہ مسجد آزادیٔ مذہب کا پرچار کرنے کا بھی ذریعہ ہیں۔

اِنَّ مَسۡجِدِیۡ ھٰذَا اٰخِرُ الۡمَسَاجِد

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ فرمایا کہ اِنِّ مَسۡجِدِیۡ ھٰذَا اٰخِرُ الۡمَسَاجِد (مرشد ذوی الحجاء و الحاجه، شرح ابن ماجه، کتاب الاذان، باب ما جاء فی فضل الصلوٰۃ) یعنی کہ اب جو مساجد تعمیر کی جائیں گی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے برعکس نہیں ہوں گی بلکہ اس آیت کی مظہر ہوں گیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَسٰجِدُ یُذۡکَرُ فِیۡہَا اسۡمُ اللّٰہِ کَثِیۡرًا یعنی ایسی مساجد جس میں اللہ کا بکثرت ذکر کیا جاتا ہے اور صرف اور صرف انتشارِ توحید اور عبادت الٰہی کی غرض سے قائم کی جائیں گی۔ نہ ان کی بنیادیں اس مسجد پر ہوں گی جس کا نام قرآن کریم نے مسجدِ ضرار رکھا یعنی وہ معبد جو ایذا رساں ہو۔ تاریخ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد منافقین نے تعمیر کی تھی، جس میں وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد کو منہدم کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی مساجد کی بنیادیں غیر اللہ کے نام پر رکھی جائیں گی۔ پس جوں جوں اسلام پھیلتا چلا گیا وہاں وہاں مسلمانوں نے بڑی شاندار اور خوبصورت مساجد سے ان مفتوح جگہوں اور علاقوں کو آراستہ کیا۔ مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے متعلق مسلمانوں کو یہ بھی تنبیہ فرمائی تھی کہ۔۔۔ یعنی اس وقت مسجدیں تو بھری ہوئی ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی اور اس کے برعکس فتنہ اور فساد کی آماجگاہوں کی صورت اختیار کر لیں گی۔ لیکن اس کے ساتھ اس کا تریاق بھی بتایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمائے گا جو اسلام کی پژمردہ حالت کو دوبارہ شان و شوکت بخشے گا

اور اسلام کا دوسرے ادیان پر غلبہ ثابت کر دیگا۔

’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘

حضرت مسیح موعودؑ کے وقت اسلام کی حالت اس یتیم بچہ کی طرح تھی جس کی کوئی کفالت کرنے والا نہیں تھا۔ مساجد بجائے ہدایت پھیلانے اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہی بخشنے کے، فتنہ اور فساد کا مرکز بن گئیں تھیں۔ پس اس منظر کو دیکھ کر اسلام کو ہر طرف سے نقصان پہنچایا جا رہا تھا اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اسلام سے برگشتہ ہو کر عیسائی کلیسیاؤں کے رکھوالی بن گئے تھے۔ مولانا حالی مسلمانوں کی بے چینی کے عالم کی تصویر کشی اپنے ایک شعر میں یوں کرتے ہیں:

رہا دین باقی نہ ایمان باقی
ایک اسلام کا رہ گیا نام باقی

(مسدس حالی بند نمبر 108)

پس اس کرب کی حالت میں خدا تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا اور اس نے اپنے جری اللہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السّلام کو مبعوث فرمایا جس نے اسلام کو وہ تقویت دی کہ نہ کوئی عیسائی، نہ کوئی ہندو اور نہ کوئی لامذہب آپؑ کا مقابلہ کرسکا۔ حضورؑ نے 1883ء (دعوائے ماموریت کے ایک سال بعد) میں مسجد مبارک کا سنگِ بنیاد رکھا جس کے بارے میں آپ کو مندرجہ ذیل الہامات ہوئے:

1. اَلَمْ نَجْعَلْ لَّكَ سُهُوْلَةً فِیْ كُلِّ اَمْرٍ بَیْتُ الْفِكْرِ وَ بَیْتُ الذِّكْرِ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِناً
2. فِیْهِ بَرَكَاتٌ لِّلنَّاسِ۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِناً
3. مُبَارِكٌ وَ مُبَارَكٌ وَّ كُلُّ اَمْرٍمُّبَارَكٍ یُّجْعَلُ فِیْهِ

پھر 1894ء اور 1895ء میں عالمگیری طور پر خسوف و کسوف کے نشانات ظہور پذیر ہوئے۔ اس وقت حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے یہ تحریر فرمایا کہ:

’’و قَدْ عَرَفْتَ أَنَّ الِانْخِسَافَ وَ الِانْكِسَافَ تَوَجُّهٌ جَمَالِیّ وَتَجَلّ جَلالِیّ، وَفِیْهِ أنوارٌ لِنشأة ثانية، و تَبَدُّلات روحانية و هو لبنة أولى لتأسيس نظام الخير و تعمير المساجد و تخريب الدير، و تغلُب فيه القویٰ السماوية على القوى الارضية، و الانوار المسيحية على الحِيل الدجّالية، و يُرى اللّٰهُ خَلْقَه سراجًا وهّاجًا، فيدخلون فی دين الله أفواجًا، و كان قدرًا مقضيًا من ربّ العالمين۔‘‘

(نور الحق حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 237-238)

ترجمہ: اور تو پہچان چکا ہے کہ خسوف اور کسوف جمالی اور جلالی تجلّی ہے اور یہ تجلّی نشأۃ ثانیہ اور تبدلاتِ روحانیہ کے لئے ہے اور یہ نظامِ خیر کی بنیاد کے لئے پہلی اینٹ ہے اور نیز مساجد کی تعمیر اور دیر کی خرابی کے لئے اور اس میں آسمانی قوتیں زمینی قوتوں پر غالب آجائیں گی اور مسیحی نور دجالی حیلوں سے بڑھ جائیں گے اور خدا تعالیٰ اپنی خلقت کو ایک روشن چراغ دکھائے گا۔ پس وہ فوج در فوج دینِ الٰہی میں داخل ہوں گی۔

اس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے تعمیر مساجد کیلئے اپنی جماعت کو ایک زور دار اپیل کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہوگئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو ایک مسجد بنا دینی چاہیے۔ پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قیام مسجد میں نیت بہ اخلاص ہو۔ محض للہ اسے کیا جاوے۔ نفسانی اغراض یا کسی شر کو ہرگز دخل نہ ہو۔ تب خدا برکت دے گا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ مسجد مرصّع اور پکی عمارت کی ہو۔ بلکہ صرف زمین روک لینی چاہیے اور وہاں مسجد کی حد بندی کر دینی چاہیے اور بانس وغیرہ کا کوئی چھپر وغیرہ ڈال دو کہ بارش وغیرہ سے آرام ہو۔ خدا تعالیٰ تکلّفات کو پسند نہیں کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد چند کھجوروں کی شاخیں کی تھی اور اسی طرح چلی آئی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اس لیے کہ ان عمارت کا شوق تھا۔ اپنے زمانہ میں اسے پختہ بنوایا۔ مجھے خیال آیا کرتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ اور عثمانؓ کا قافیہ خوب ملتا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے ان کو ان باتوں کا شوق تھا۔ غرضیکہ جماعت کی اپنی مسجد ہونی چاہیے جس میں اپنی جماعت کا امام ہو اور وعظ وغیرہ کرے اور جماعت کے لوگوں کو چاہیے کہ سب مل کر اسی مسجد میں نماز باجماعت ادا کیا کریں۔ جماعت اور اتفاق میں بڑی برکت ہے۔ پراگندگی سے پھوٹ پیدا ہوتی ہے اور یہ وقت ہے کہ اس وقت اتحاد اور اتفاق کو بہت ترقی دینی چاہیے اور ادنیٰ ادنیٰ باتوں کو نظرانداز کر دینا چاہیے جو کہ پھوٹ کا باعث ہوتی ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 93)

دنیا بھر میں مساجد کا قیام

پھر جب آپؑ کا وصال ہوا تو آپؑ کے بعد جاری نظام خلافت نے اس کام کو مزید آگے چلایا۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر بہت بڑا احسان ہے کہ جہاں بھی مسیح محمدی کے متبعین اور پیروکاروں نے بود و باش کیا، وہاں انہوں نے خلفاء کی آواز پر لبّیك کہتے ہوئے، خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال کی قربانی پیش کرتے ہوئے، نیز احمدی خواتین نے اپنے زیورات اور کنگن وغیرہ بھی راہ خدا میں پیش کرنے کی سعادت نصیب کرتے ہوئے مساجد تعمیر کیں۔ سو خواہ وہ یورپ ہو، ایشیا ہو، افریقہ ہو یا امریکہ یا جزائر ہوں دنیا کے تمام برّاعظموں اور کونے کونے میں مساجد تعمیر کی جارہی ہیں، جن سے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا پرچار ہو رہا ہے اور جن میں خدا تعالیٰ کی بڑائی اور مجد کا بکثرت ذکر کیا جارہا ہے۔ الحمد للہ اب تک جماعت ہائے احمدیہ کی مساجد کی مجموعی تعداد 20,356 ہے (مشن ہاؤسز کی تعداد اس کے علاوہ ہے)، جس میں سے کچھ مساجد جماعت نے خود تعمیر کیں اور کچھ مساجد بنی بنائی مل گئیں۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلك۔ اب اس کا ایک مختصر نقشہ قارئین کے پیشِ خدمت ہے۔

افریقہ

بینن: اس ملک میں جماعت کا قیام 1957ء میں ہوا۔ 27/جنوری 1974ء کو Porto Nova کے مقام پر جماعت احمدیہ بینن کی پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ پھر اسی سال 25/اگست کو اس مسجد کا افتتاح ہوا۔ اب تک اس ملک میں جماعت کی 255 مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔

گھانا: یہاں جماعت کا نفوذ 1921ء کو ہوا۔ Saltpond جو کہ غانا کے جنوب میں واقع ہے تقریباً 50 سال تک جماعت مرکز رہا۔ پھر بعد ازاں 1978ء میں مرکز کو Accra منتقل کر دیا گیا جو کہ غانا کا دارالحکومت ہے۔ اب تک اس ملک میں 762 سے زائد مساجد ہیں۔

لائبیریا: 1956ء میں جماعت کا نفوذ اس ملک میں ہوا۔ 24/جنوری 1984ء میں لائبیریا کے دارالحکومت منروویا میں ایک مسجد پر تعمیری کاروائی شروع ہوئی اور پھر اسی سال یکم جون کو اس مسجد کا افتتاح ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے از راہ شفقت اس مسجد کا نام بیت المجیب رکھا۔ اس ملک میں 10 سے زائد مساجد ہیں۔

ماریشس: 1913ء میں جماعت کا قیام اس ملک میں ہوا۔ پھر دس سال بعد یعنی 1923ء میں Rose Hill کے مقام پر جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد کا افتتاح ہوا۔ اس جماعت میں دس سے زائد مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔

نائجیریا: یہاں پر جماعت کا قیام 1916ء میں ہوا۔ اب تک اس ملک میں 1400 مساجد ہیں۔ خلافت احمدیہ کی پہلی صدی کی آخری مسجد اس ملک میں تعمیر ہوئی۔ اس کا نام مسجد مبارک رکھا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2008ء کے مغربی افریقہ کے دورہ پر اس کا افتتاح فرمایا۔

سیرالیون: اس ملک میں جماعت کا قیام 1937ء میں ہوا۔ اس ملک میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے 1556 مساجد ہیں جس میں سے کچھ جماعت نے خود تعمیر کروائیں اور باقی بنی بنائی ملیں۔

تنزانیہ: مشرقی افریقہ میں جماعت کا نفوس 1934ء میں اس ملک میں ہوا۔ گو تو احمدیت کا پیغام اس ملک میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے مبارک دور میں پہنچ گیا تھا جبکہ Zanzibar میں سلطان ماجد کے عہد میں بغاوت ہوگئی تھی۔ اس کے نتیجہ میں سلطان نے برطانوی گورنمنٹ سے فوجی امداد طلب کی۔ بعد ازاں کچھ سپاہی وہاں بھجوائے گئے جن میں کچھ احمدی افراد بھی شامل تھے۔ اس دوران ان سپاہیوں نے تبلیغِ حق کا فریضہ بھی سر انجام دیا۔ کچھ وقت بعد وہاں چند احمدی کلرک، ڈاکٹرز اور اکاؤنٹنٹس بھجوائے گئے جنہوں نے احمدیت کی خوب تبلیغ کی۔ ان میں سے کچھ صحابہ حضرت مسیح موعودؑ بھی تھے۔ اس ملک میں جماعت کی پہلی مسجد کا افتتاح 1947ء میں ہوا۔ یہ مسجد ’’مشرقی افریقہ کا تاج محل‘‘ کے نام سے مشہور تھی۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے اس کا باقاعدہ نام مسجد فضل رکھا۔ اس ملک میں اب تک 232 مساجد ہیں۔ اس ملک کو سیّدنا خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 100 مساجد بنانے کی تحریک بھی فرمائی۔

یوگینڈا: اس ملک میں جماعت کا نفوذ 1935ء میں ہوا۔ اسی سال یوگینڈا کے دارالحکومت کمبالا میں جماعت کی مسجد تعمیر ہوئی۔ پہلی اینٹ قادیان سے منگوائی گئی نیز سنگ بنیاد کی تقریب حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کی نگرانی میں ہوئی۔ اب تک اس ملک میں 35 سے زائد مساجد ہیں۔

ایشیا

بنگلہ دیش: حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں یعنی 1912ء میں بنگلہ دیش میں جماعت کا قیام ہوا۔ باوجود سخت مخالفت کے اس جماعت کو 30 سے زائد مساجد بنانے کی توفیق ملی۔

انڈیا: دیارِ مسیح آخر الزمانؑ میں جماعت کا باقاعدہ قیام 1889ء میں ہوا۔ اس ملک میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے 2100 سے زائد مساجد تعمیر ہوئیں۔ 1876ء میں حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب نے مسجد اقصیٰ تعمیر کروائی تھی۔ 1900ء، 1910ء اور 1938ء میں اس کی توسیع ہوئی، نیز 13/مارچ 1903ء میں مسجد کے صحن میں منارۃ المسیح کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کی تکمیل 1916ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثّانیؓ کی زیرِ نگرانی میں ہوئی۔ اب تک 571 سے زائد مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔

انڈونیشیا: اس ملک میں جماعت کا قیام 1925ء میں ہوا۔ اس ملک میں باوجود سخت مخالفت کے اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو 390 سے زائد مساجد بنانے کی توفیق عطا فرمائی۔

اسرائیل: مسجد محمود جس کا نام سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے نام پر رکھا گیا جماعت احمدیہ کبابیر کی پہلی مسجد ہے جو کہ 1931ء میں جبل مار الیاس (Mount Carmel) پر تعمیر کی گئی۔ پھر 1970ء کی دہائی میں اس کی

توسیع کی گئی۔ اس پہاڑ کی تاریخی حوالہ سے بڑی اہمیت ہے۔ بائبل کی رو سے اس پہاڑ پر حضرت الیاسؑ ایک غار میں جاکر عبادت کیا کرتے تھے نیز اسی پہاڑ پر انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں۔

یورپ

ڈنمارک: اس ملک میں جماعت کا نفوذ 1959ء میں ہوا۔ 1964ء کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت سیّدہ امّ متینؒ صدر لجنہ اماء اللہ نے اپنے خطاب میں لجنہ سے خلافتِ ثانیہ کے 50 سال مکمل ہونے کے سلسلہ میں ایک مسجد کیلئے صدقہ وخیرات پیش کرنے کی اپیل فرمائی۔ انہوں نے اپنے خطاب میں یہ بھی بتایا کہ مجوّزہ پلاٹ ڈنمارک میں ہے۔ چنانچہ اس اپیل پر لجنہ خواتین نے لبیک کہتے ہوئے 600,000روپیہ اکٹھا کیا۔ بعد ازاں 6/مئی 1966ء کے دن صاحبزادہ مرزا مبارک صاحب وکیل التبشیر نے نصرت جہاں مسجد کا سنگ بنیاد ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں رکھا۔ پھر ایک سال بعد 21/جولائی 1967ء کادن آیا جو جماعت احمدیہ ڈنمارک کیلئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا تھا جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مسجد نصرت جہاں کا افتتاح فرمایا اور پہلا جمعہ پڑھایا۔

فرانس: اس ملک میں جماعت کا قیام 1946ء میں ہوا۔ جماعت کی پہلی مسجد کا افتتاح سیدنا خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 10/اکتوبر 2008ء کو فرمایا۔ اس موقع پر حضور نے فرمایا:

"مجھے آنے سے پہلے ماجد صاحب نے بتایا کہ 28/دسمبر 1984ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ نے دورہ فرانس کے دوران اپنے اس کشفی نظارہ کا پہلی دفعہ ذکر کیا تھا جس میں گھڑی پر دس کے ہندسے کو چمکتے دیکھا تھا اور آپ کے ذہن میں اس کے ساتھ آیا تھا کہ یہ Friday the10th کی تاریخ ہے۔ وقت نہیں ہے۔ تو آج بھی اتفاق سے یا اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ Friday the10th ہے اور فرانس کی پہلی مسجد کا افتتاح ہو رہا ہے۔"

جرمنی: جرمنی میں جماعت کا نفوذ 1923ء میں ہوا۔ جماعت احمدیہ جرمنی کی سب سے پہلی مسجد، مسجد فضل عمر تھی جس کا سنگ بنیاد 1957ء میں رکھا گیا۔ پھر جماعت کی صدسالہ جوبلی کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ جرمنی جماعت وہ پہلا یورپین ملک ہو جہاں جماعت کو 100 مساجد تعمیر کرنے کی سعادت نصیب ہو۔ پس اس حوالہ سے اب تک جماعت کی 76 مساجد تعمیر ہوگئی ہیں اور دنیا ہر سال دیکھتی ہے کہ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے بابرکت دورہ جات کے دوران جرمنی میں یا تو نئی مساجد کا افتتاح کرتے ہیں اور یا تو نئی مساجد کی سنگِ بنیاد رکھ رہے ہوتے ہیں۔

ہالینڈ: اس ملک میں جماعت کا قیام 1947ء میں ہوا۔ 12/مئی 1950ء کے خطبہ جمعہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے خواتین سے ہالینڈ کی مسجد کیلئے صدقہ وخیرات پیش کرنے کی تحریک فرمائی۔ چنانچہ سنگ بنیاد 20/مئی 1953ء کو رکھا گیا اور 9/دسمبر 1955ء کو حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحبؓ نے مسجد کا افتتاح فرمایا۔ یہ مسجد خالصتاً لجنہ اماء اللہ کی مالی قربانیوں

مسجد مبارک۔ فرانس

سے تعمیر کی گئی۔

ناروے: 1957ء میں جماعت کا اس ملک میں قیام ہوا۔ گو تو اس ملک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یکم اگست 1980ء کو Oslo میں مشن ہاؤس کا افتتاح فرمایا تھا اور اس کا نام مسجد نور رکھا لیکن 30/ستمبر 2011ء کو سیّدنا خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بیت النصر کا افتتاح فرمایا جو کہ ایک باقاعدہ مسجد ہے اور مغربی یورپ کی دوسری بڑی مسجد کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ بھی اوسلو میں واقع ہے۔

اسپین: اس ملک میں تاریخ اسلام کی داستانیں قلمبند ہیں۔ پس جب ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس وقت جب یورپ ایک تاریکی کے دور میں سے گزر رہا تھا اس کے برعکس اسلام ایک زریں دور میں سے گزر رہا تھا اور سپین کو مختلف علوم وفنون کو حاصل کرنے کیلئے بطور مرکز جانا جارہا تھا۔ مختصر یہ کہ جب مسلمانوں کے آپس کے تعلقات بگڑ گئے اور ان کی حکومت میں تفرقہ اور پھوٹ پیدا ہوگیا تو عیسائیوں نے اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور خود تخت نشین ہوگئے۔ پس 10/اکتوبر 1980ء سرزمین سپین کے لئے ایک تاریخی دن کا حامی ہے کیونکہ اس دن تمام امّت مسلمہ کیلئے ایک خوشخبری کا دن تھا جب 700 سال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے پیدروآباد کے مقام پر مسجد بشارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ پھر 10/ستمبر 1982ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ نے اس مسجد کا افتتاح فرمایا۔ اسپین میں جماعت کی دوسری مسجد 2013ء میں بالینسیا کے مقام پر تعمیر کی گئی، اس کا نام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیت الرحمٰن رکھا۔

یوکے: اس ملک میں جماعت کا قیام 1912ء میں ہوا۔ فضل مسجد کا آغاز کچھ اس طرح ہوا کہ 1920ء کی دہائی میں حضرت مصلح موعودؓ نے برلن کی مسجد کیلئے تحریک فرمائی تو اس وقت خواتین جو کہ تعداد میں کم تھیں ایک ماہ کے عرصہ کے اندر اندر اپنی زیورات اور گھر کا ساز و سامان قربان کرکے 100,000روپے اکٹھے کیے۔ جب جرمنی حکومت نے کچھ روکیں حائل کر دیں تھیں جس کی وجہ سے مسجد کا پلاٹ جماعت نے فروخت کر دیا اور اس نتیجہ میں 50,000روپے مزید مل گئے۔ چنانچہ کل 150,000روپے مسجد فضل کے تعمیری کام پر صرف ہوا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے 1924ء میں یوکے کا دورہ کیا۔ اس سلسلہ میں آپؓ نے 24/اکتوبر کو مسجد فضل کا سنگ بنیاد رکھا، نیز خطبہ جمعہ بھی پڑھایا۔ اس کا افتتاح شیخ عبد القادر صاحب نے 13/اکتوبر 1926ء کو کیا جو کہ لیگ آف نیشنز کے بھارتی وفد کے رکن تھے۔ اس مسجد کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں چار خلفاء نے نمازیں پڑھائی ہیں۔ جماعت احمدیہ یوکے کی دوسری مسجد بیت الفتوح کا سنگِ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ نے 19/اکتوبر 1999ء کو رکھا تھا اور پھر اس کا افتتاح سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 13/اکتوبر 2003ء کو فرمایا۔ یہ مسجد مغربی یورپ کی سب سے بڑی مسجد ہے۔ The Independent Magazine میں اس مسجد کو دنیا کی پچاس جدید عمارات میں شمار کیا گیا۔ اس وقت یوکے میں 26 مساجد موجود ہیں۔

شمالی امریکہ

کینیڈا: 1963ء میں جماعت کا قیام اس ملک میں ہوا۔ 20/ستمبر 1986ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ نے کینیڈا کی پہلی مسجد، مسجد بیت الاسلام کا سنگ بنیاد ٹورنٹو کے مقام پر رکھا۔ پھر تقریباً چھ سال بعد 17/اکتوبر 1992ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ نے اس کا افتتاح فرمایا۔ ملک بھر کے بلدیات نے اس دن کو Ahmadiyya Mosque Day قرار دیا، نیز اس ہفتہ کو "Ahmadiyya Mosque Week" قرار دیا۔ اس مسجد کے علاوہ دو باقاعدہ مساجد کیلگری اور وینکوور میں تعمیر ہوئی ہیں۔

یو۔ایس۔اے: اس ملک میں جماعت کا قیام 1920ء میں ہوا جب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے جلیل القدر صحابی حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب تبلیغ اسلام کیلئے امریکہ پہنچے۔ اسی سال حضرت مفتی محمد صادقؓ صاحب نے Chicago میں ایک مشن ہاؤس خریدا جس کا نام بعد میں مفتی صاحبؓ کی یاد میں الصادق مسجد رکھا گیا اور یہ جماعت کیلئے بطور مرکز کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس کے بعد 1952ء میں امریکہ کی جماعت نے Dayton,Ohio میں ایک پلاٹ لیا اور بعد ازاں 1972ء میں جماعت کی پہلی باقاعدہ مسجد تعمیر ہوئی۔ 1994ء میں جماعت کا مرکز Silver Spring,Maryland منتقل کر دیا گیا جہاں 1980ء کی دہائی میں 8.75 Acres زمین خریدی گئی اور پھر 1994ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ نے مسجد بیت الرحمٰن کا باقاعدہ افتتاح فرمایا۔ اس ملک میں 40 سے زائد مساجد ہیں۔

جنوبی امریکہ

گوئٹے مالا: اس ملک میں جماعت کا باقاعدہ قیام صد سالہ جوبلی کے سال یعنی 1989ء میں ہوا۔ اسی سال 3/جولائی کو حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ نے گوئٹے مالا کی پہلی مسجد بیت الاوّل کا افتتاح فرمایا۔

گیانا: جماعت کا قیام 1956ء میں اس ملک میں ہوا۔ یہاں ایک مسجد ہے بیت النّور لیکن اس کی سنگِ بنیاد یا افتتاح کی تاریخ دستیاب نہ ہوسکی۔

سرینام: اس ملک میں بھی جماعت کا قیام 1956ء میں ہوا۔ اس ملک میں دو مساجد ہیں۔ سب سے پہلی مسجد بیت النّاصر 1971ء میں تعمیر ہوئی اور دوسری مسجد کا افتتاح 19/فروری 1984ء میں ہوا۔

ٹرینیڈاڈ اینڈ ٹوبیگو: اس ملک میں جماعت کا نفوذ 1952ء میں ہوا۔ جماعت کی پہلی مسجد، مسجد رحیم کا 1959ء میں افتتاح ہوا۔ اس ملک میں اب تک پانچ سے زائد مساجد ہیں۔

مشرق بعید

آسٹریلیا: جماعت کا نفوس 1920ء کی دہائی میں اس ملک میں ہوا۔ اس ملک کے پہلے احمدی حضرت صوفی حسن خان صاحبؒ نے تحریری طور پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی بیعت کی۔ جماعت کی پہلی مسجد بیت الہدیٰ کا سنگ بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ نے 30/ستمبر 1983ء کو رکھا۔ پھر 14/جولائی 1989ء کو اس مسجد کا افتتاح فرمایا۔ ابھی تک اس ملک میں 5 باقاعدہ مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔

فجی: اس ملک میں جماعت کا قیام 1960ء میں ہوا۔ جماعت کی پہلی مسجد، مبارک مسجد کا افتتاح 17/دسمبر 1965ء کو شیخ عبدالوحید صاحب نے کیا۔ جنوبی پیسیفک کی سب سے بڑی مسجد کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الرّابعؒ نے

مسجد بیت الاول۔ گوئٹے مالا

اپنے پہلے مشرقِ بعید کے دورہ کے دوران مؤرخہ 18/ستمبر 1983ء کو فرمایا۔ اس مسجد کا نام فضلِ عمر رکھا گیا۔ اب تک اس ملک میں تقریباً آٹھ مساجد ہیں۔

نیوزی لینڈ: یہاں کی جماعت 1987ء میں قائم ہوئی۔ اس ملک کے سب سے پہلے احمدی Professor Clemrent Wragge تھے جن کو لاہور میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے مئی 1908ء میں ملاقات کا شرف ملا اور بعد میں احمدی ہو گئے تھے۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ یکم نومبر 2013ء کو اپنے مشرقِ بعید کے دورہ کے دوران Auckland کے مقام پر نیوزی لینڈ کی پہلی مسجد بیت المقیت کا افتتاح فرمایا۔

(نوٹ: ان مساجد کی تعداد میں جلسہ سالانہ برطانیہ 2022ء کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے دن کے خطاب کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ یہ خطاب الفضل آن لائن مؤرخہ 25/ نومبر 2022ء کی زینت بنا ہے)

خلفائے احمدیت کے زریں ارشادات

برائے قیام مسجد

- حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

''ان لوگوں میں تحقیر کا مادہ یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ اگر کسی کی طاقت مسجد کے متعلق ہے تو وہ ان لوگوں کو جو اس کے ہم خیال نہیں مسجد سے روک دیتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ آخر وہ بھی خدا ہی کا نام لیتا ہے۔ ایسا کر کے وہ اس مسجد کو آباد نہیں بلکہ ویران کرنا چاہتا ہے۔ بارہویں صدی تک اسلام کی مسجدیں الگ نہ تھیں بلکہ اس کے بعد سنی اور شیعہ کی مساجد الگ ہوئیں۔ پھر وہابیوں اور غیر وہابیوں کی اور اب تو کوئی حساب ہی نہیں۔ ان لوگوں کو یہ شرم نہ آئی کہ مکہ کی مسجد تو ایک ہی ہے اور مدینہ کی بھی ایک ہی۔ قرآن بھی ایک، نبی بھی ایک، اللہ بھی ایک، پھر ہم کیوں ایسا تفرقہ ڈالتے ہیں؟ ان کو چاہئے کہ مسجدوں میں خوف الٰہی سے بھرے داخل ہوتے۔''

(خطبات نور صفحہ 390، خطبہ جمعہ فرمودہ 12/ فروری 1909ء)

- حضرت مصلح موعودؓ تحریر فرماتے ہیں:

''بیشک اسلام میں مساجد بھی ہیں لیکن وہ مساجد اس لیے نہیں کہ وہ جگہیں نماز کے لیے زیادہ مناسب تھیں بلکہ مساجد صرف اس لیے ہیں کہ کسی نہ کسی جگہ پر لوگوں کو جمع ہو کر اجتماعی طور پر خدا تعالیٰ کی عبادت کریں وہ مسجد کہلاتی ہے اس کے لیے کسی شکل کی ضرورت نہیں نہ وہاں کوئی آلٹر ہے نہ مقدسوں کی کوئی نشانیاں ہیں سادگی سے مسلمان ایک جگہ پر جمع ہوتے ہیں ان کی عبادت تمام دنیوی آلائشوں سے منزّہ اور پاک ہوتی ہے۔ کوئی باجا نہیں ہوتا کوئی گانا نہیں ہوتا۔ کوئی ناچ نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے جبّے پہن کر پادری نہیں آتے۔ شمعیں جلائی نہیں جاتیں۔ سریلے ارغنونوں اور خوشبودار دھونیوں سے لوگوں کے دماغوں کو مسحور کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ کھڑکیوں کے آگے لٹکے ہوئے پردے انسان کو ایک تاریک ماحول پیش کر کے ڈرانے کی کوشش نہیں کرتے۔ بزرگوں کی تصویریں انہیں خدا تعالیٰ کی جگہ اپنی طرف بلا نہیں رہی ہوتیں۔ سب مسلمان وقت مقررہ پر ایک جگہ پر جمع ہوتے ہیں اور صفیں باندھ کر یہ بتانے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ جہاں ہم اپنے گھروں میں انفرادی نمازیں پڑھ کر آئے ہیں وہاں ہم قومی طور پر بھی خدا تعالیٰ کی عبادت قائم کرنے کیلئے حاضر ہیں بغیر کسی باجے گاجے کے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کی ثنا کرتے ہیں اور اُس کے حضور میں دعائیں کرتے ہیں اور اپنی اصلاح اور روحانی اور جسمانی ترقی اور اپنے دوستوں اور عزیزوں اور باقی سب دنیا کی جسمانی اور روحانی ترقی کے لیے اس کے سامنے درخواستیں کرتے ہیں۔ ان کی اس سادہ نماز کی شان یہ ہوتی ہے کہ نماز کے وقت میں کوئی مومن اِدھر اُدھر نہیں دیکھ سکتا نہ نماز میں کسی اور سے بات کر سکتا ہے۔ غریب اور امیر ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ بادشاہ کے ساتھ اس کا خادم کھڑا ہونے کا حق رکھتا ہے اُس کا نائب بھی اُس کے ساتھ کھڑا ہونے کا حق رکھتا ہے۔ نماز کے وقت میں ایک جج اور ایک مجرم۔ ایک جرنیل اور ایک سپاہی پہلو بہ پہلو کھڑے ہوتے ہیں۔ کوئی کسی کی طرف انگلی نہیں اُٹھا سکتا کوئی کسی کو اس کی جگہ سے پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔ تمام کے تمام خاموشی سے خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور امام کے اشارے پر رکوع اور سجود اور قیام کے احکام کو پورا کرتے ہیں بعض وقت امام قرآن شریف کی آیتیں بلند آواز سے پڑھتا ہے تاکہ ساری جماعت ایک خاص نصیحت کو اپنے سامنے لے آئے اور نماز کے بعض حصوں میں ہر شخص اپنے اپنے طور پر مقررہ دعائیں یا وہ دعائیں جن کو وہ چاہتا ہے ادا کرتا ہے۔ مساجد مسلمانوں کے اجتماع کی جگہ بھی ہیں اور مساجد مسلمانوں کے تمام قسم کے مذہبی اور علمی کاموں کو سرانجام دینے کی جگہ بھی ہیں۔ مساجد اُن کے مدارس بھی ہیں اور مساجد اُن کے نکاح خانے بھی ہیں اور مساجد اُن کی قضا اور فیصلہ کے مقام بھی ہیں جہاں اُن کے مقدمات کے فیصلے کیے جاتے ہیں اور مساجد جنگی اور اقتصادی تدابیر کے فیصلہ کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ نماز کے علاوہ ایک قسم کی عبادت جس میں ذکرِ الٰہی کیا جاتا ہے وہ بھی ہے جبکہ انسان خاموشی سے بیٹھ کر اُس کو یاد کرتا ہے اور اس کی صفات کو اپنے دل میں جذب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ 294)

- حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 31/ مارچ سے لے کر 16/ جون 1967ء تک ایک خطبات کا سلسلہ شروع کیا جس میں آپؒ نے تعمیرِ بیت اللہ کے 23 مقاصد کا بڑی گہرائی میں ذکر فرمایا۔ ان خطبات کو کتابی شکل میں ''تعمیر بیت اللہ کے تیئس عظیم الشان مقاصد'' کے نام سے طبع کیا گیا ہے۔

26/ مئی 1967ء کے خطبہ جمعہ میں آپؒ نے فرمایا:

''بیت اللہ ایک مرکزی نقطہ ہے اور ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تمہیں اس کے اظلال بھی بنانے پڑیں گے، یعنی اس کی نقل میں انہی مقاصد کے حصول کے لیے اسی قسم کی پاکیزگی اور طہارت کو پیدا کرنے کے لیے جگہ جگہ پر ایسے مراکز کھولنے پڑیں گے، جو بیت اللہ کے ظل ہوں گے اور ان کے قیام کی غرض وہی ہو گی، جو بیت اللہ کے قیام کی غرض ہے۔''

- حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مسجد کی ظاہری تعمیر کے متعلق فرماتے ہیں:

''جہاں تک ظاہری شان و شوکت کا تعلق ہے ہم تو اس میدان کے کھلاڑی ہی نہیں ہیں، نہ اس سے ہمیں کوئی فرق پڑتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں دیکھو! فلاں نے کتنی شاندار مسجد بنوائی ہے، ہم کہتے ہیں ٹھیک ہے بہت شاندار بنوائی ہو گی لیکن ہمیں تو وہ شان چاہئے جس پر اللہ کے پیار کی نظر پڑے جسے خدا کے انبیاء کا دستور العمل شاندار قرار دے اور وہ شاندار عمارت تو جیسا کہ میں نے بتایا بڑی غریبانہ حالت میں تعمیر ہوئی تھی۔''

حضورؒ کا اشارہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تھا جس کا آپؒ نے آگے کر کے یوں ذکر کیا: ''دوسری طرف ایک اور عمارت تھی اگر یہ اول المساجد تھی (یعنی خانہ کعبہ) تو وہ آخر المساجد کہلائی اور وہ مسجد نبویؐ تھی جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مدینہ میں تعمیر فرمائی اور اس مسجد کی شان بھی سن لیجئے کہ کیا تھی۔ گھاس پھوس کی چھت تھی، فرش پر کوئی ٹائل نہیں تھے کوئی پختہ اینٹیں نہیں تھیں۔ بارش ہوتی تو چھت ٹپکتی تھی تو کیچڑ ہو جاتا تھا اور اس کیچڑ میں سجدہ کرتے وقت لوگوں کے ماتھے اور ناک کیچڑ سے لت پت ہو جاتے تھے لیکن وہ مسجد خدائی نظر میں جو شان رکھتی تھی کسی دوسری مسجد کو اس سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2/ ستمبر 1983ء بمقام مسجد احمدیہ ناصر آباد سندھ)

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ

اس مضمون کے آخر پر میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ کے چند ارشادات قارئین کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جو آپ نے مسجد مریم، آئرلینڈ کے افتتاح کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

''ہر مسجد جو ہم تعمیر کرتے ہیں اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ اس مسجد میں آنے والے کا دل ہر قسم کے ظلموں اور حقوق غصب کرنے کے خیالات سے پاک ہے۔ یہ ہماری مساجد اس بات کا نشان اور مرکز ہیں کہ یہاں آنے والے دوسروں کے حقوق ادائیگی کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے والے ہیں اور ان حقوق کی ادائیگی کے لئے قربانی کرنے کے لئے جہاں اپنوں کے لئے ان کے دل رحم کے جذبات سے پُر ہیں وہاں دشمن کی دشمنی بھی انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے حق کی ادائیگی سے نہیں روکتی۔ یہ مساجد جو ہم تعمیر کرتے ہیں یہ اس بات کا اعلان ہیں کہ مذہبی آزادی کا سب سے بڑا علمبردار اسلام ہے اور اس کے اظہار کے لئے ہماری مسجدوں کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں۔ ہر شخص جو خدا کی عبادت کرتا ہے اسے مسجد میں عبادت کرنے میں کوئی روک نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم۔ ہماری مساجد اور اس میں آنے والا ہر احمدی اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ قرآنی تعلیم کے مطابق ہر حقیقی مسلمان پر تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور فرض ہے اور اس ذمہ داری کا ادا کرنا اس کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا اپنی مسجد کی حفاظت کرنا۔ ہماری مسجد ہمیں اس طرف بھی توجہ دلاتی ہیں کہ مومن کے ایمان کا حصہ ملک سے وفاداری بھی ہے۔ ایک مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے ملک و قوم کا وفادار نہ ہو۔''

- **آپ نے مزید فرمایا:** ''میں نے شروع میں جو آیت (سورۃ توبہ آیت 18) تلاوت کی تھی اس میں بھی خدا تعالیٰ نے مسجدوں کو آباد کرنے والوں کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ اس آیت کی وسعت خانہ کعبہ سے نکل کر ہر اس مسجد تک پھیلتی چلی جاتی ہے جو ان خصوصیات کے حامل لوگوں سے آباد ہوتی ہے جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ جو ایمان لانے والوں میں شامل ہیں۔ ان مومنوں میں شامل ہیں جن کے ایمان کے معیار اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ اس طرح بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ۔ یعنی مومنوں کی محبت سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ کوئی دوسری دنیاوی محبت ان پر غالب نہیں ہوتی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لئے اپنی زندگیاں گزارنے کی کوشش کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ دنیاوی مفاد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت کو بھول جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کے احکام پر عمل کیا جائے۔ یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ یہ نہیں کہ اپنے کام کے بہانے کر کے نمازوں کو انسان بھول جائے۔ مالی مفاد کا فائدہ اٹھانے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے لے۔ یہ کام کرتے وقت انسان کو سوچنا چاہئے کہ میری محبت خدا تعالیٰ سے زیادہ ہے یا دنیاوی مفادات سے؟ اگر دنیاوی چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکموں سے دُور لے جا رہی ہیں تو دنیا کی محبت غالب آ رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں: ''جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی غیوری محبت ذاتیہ میں کسی مومن کی اس کے غیر سے شراکت نہیں چاہتی۔ ایمان جو ہمیں سب سے پیارا ہے۔ وہ اسی بات سے محفوظ رہ سکتا ہے کہ ہم محبت میں دوسرے کو اس سے شریک نہ کریں۔''

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مساجد کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز اس سے ایک پختہ تعلق پیدا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

رحمت اللہ بندیشہ۔ استاد جامعہ احمدیہ جرمنی

بیت اللہ کی تاریخ

ہزار ہا سال گزرے کہ اللہ کے حکم سے ایک ویرانے میں عبادت کے لیے ایک معبد بنایا گیا تھا اس کے بنانے والے کے متعلق یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ کون تھا، کیونکہ اس بابت متفرق روایات کتب تاریخ وسیرت میں منقول ہیں۔لیکن یہ امر یقینی ہے کہ وہ معبد قومی اور ملی ہونے کے لحاظ سے دنیا میں سب سے پہلا معبد تھا۔ عالم الغیب خدا خود اس کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّہُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿ۚ۹۷﴾
(آل عمران: 97)

یقیناً پہلا گھر جو بنی نوع انسان (کے فائدے) کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو بکّہ میں ہے (وہ) مبارک اور باعثِ ہدایت بنایا گیا تمام جہانوں کے لئے۔

نیز فرمایا: جَعَلَ اللّٰہُ الۡکَعۡبَۃَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّہۡرَ الۡحَرَامَ (المآئدہ: 98) اللہ نے بیتِ حرام کعبہ کو لوگوں کے (دینی اور اقتصادی) قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور حرمت والے مہینہ کو۔غرض کچھ عرصہ تک لوگ اس معبد میں خدا کا نام لیتے رہے لیکن نامعلوم کیا تغیرات ہوئے کہ وہ جگہ ویران ہو گئی اور عبادت کرنے والے لوگ پراگندہ ہو گئے، اور پھر اس عبادت گاہ پر تجدید تعمیرات کے متفرق ادوار آئے۔جن کی کچھ تفصیل اس مضمون میں بیان کی جائے گی۔

خانہ کعبہ کو ''بیت اللہ'' کہنے کی حقیقی فلاسفی

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا ؕ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰہٖمَ مُصَلًّی ؕ وَعَہِدۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَہِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَالۡعٰکِفِیۡنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۶﴾
(البقرہ: 126)

اور جب ہم نے (اپنے) گھر کو لوگوں کے بار بار اکٹھا ہونے کی اور امن کی جگہ بنایا اور ابراہیم کے مقام میں سے نماز کی جگہ پکڑو اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لئے خوب پاک و صاف بنائے رکھو۔

حضرت مصلح موعودؓ اس آیت میں موجود خانہ کعبہ کی تعریف میں اَلۡبَیۡتُ کی حقیقت پر مبنی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اَلۡبَیۡتُ خانہ کعبہ کا نام ہے۔اسے اَلۡبَیۡتُ اس لئے کہتے ہیں کہ اِس میں بیت کے تمام خواص جمع ہیں۔ جیسے کہتے ہیں زَیۡدُنِ الرَّجُلُ زید ہی آدمی ہے اور مراد یہ ہوتی ہے کہ ایک معقول آدمی کے اندر جس قدر خوبیاں پائی جانی چاہییں وہ سب کی سب زید میں پائی جاتی ہیں۔ پس خانہ کعبہ ہی گھر ہے کا مطلب یہ ہے کہ گھر کی جو خصوصیتیں ہوتی ہیں وہ سب کی سب صرف اسی گھر سے حاصل ہوتی ہیں۔گھر کی کیا خصوصیات ہوتی ہیں۔گھر کی یہ خصوصیات ہوتی ہیں کہ (1) گھر مستقل رہائش کی جگہ ہوتی ہے (2) گھر چوری اور ڈاکہ سے حفاظت کا ایک ذریعہ ہوتا ہے (3) گھر امن کا مقام ہوتا ہے جس میں داخل ہو کر انسان ہر قسم کے مصائب سے نجات پا جاتا ہے (4) گھر تمام قریبی رشتہ داروں اور عزیزوں کے جمع ہونے کی جگہ ہوتا ہے (5) گھر انسان کے مال و متاع کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اِن پانچ خصوصیتوں کے لحاظ سے اگر غور کیا جائے تو درحقیقت خانہ کعبہ ہی اصل گھر ہے۔کیونکہ اگر حفاظت کو لو تو بڑے بڑے قلعوں کو لوگ تباہ کر دیتے ہیں۔بڑے بڑے شہروں میں رہنے والوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔مگر خانہ کعبہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اسے خدا تعالیٰ کی دائمی حفاظت حاصل ہے اور ہر شخص جو اس پر ہاتھ اٹھانا چاہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ کو شل کر دیتا ہے، چنانچہ ابرہہ کی مثال... گھر کی دوسری خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ مستقل رہائش کا مقام ہوتا ہے۔اس لحاظ سے بھی یہی گھر ہے جو اَلۡبَیۡتُ کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ دائمی زندگی خدا کے گھر میں ہی ملتی ہے... گھر کی تیسری خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے اندر مختلف قسم کے ذخائر اور اموال و امتعہ رکھتا ہے اور اِس نقطۂ نگاہ سے بھی یہی گھر ہے جو رُوحانی برکات کے ذخائر اپنے اندر محفوظ رکھتا ہے۔کیونکہ ذخائر تو خواہ کتنے بھی قیمتی ہوں ضائع ہو جاتے ہیں لیکن جو وقت عبادت الٰہی میں خرچ ہوتا ہے وہ ضائع نہیں جاتا بلکہ ایک ایک لمحہ جو ذکر الٰہی اور عبادت میں بسر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے ہزاروں ہزار انعامات کے ذخائر کی صورت میں محفوظ رکھتا اور اپنے بندے کو اس سے متمتع فرماتا ہے۔گھر کی چوتھی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ رشتہ داروں کے جمع ہونے کی جگہ ہوتی ہے۔یہ خصوصیت بھی خانہ کعبہ میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔کیونکہ تمام دنیا کے مسلمان وہاں ہر سال حج کے لئے جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے مل کر اپنے ایمان تازہ کرتے ہیں اور پھر اس لحاظ سے بھی خانہ کعبہ سب لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے کہ وہ جگہ جہاں انسان اپنے تمام رشتہ داروں سے مل سکے گا صرف جنت ہے اور جنت کا ظل مسجد ہوتی ہے جس میں پانچوں وقت تمام مسلمان جمع ہو کر خدا تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے حالات سے بھی باخبر رہتے ہیں۔پھر گھر کی یہ (5) خصوصیت کہ اس میں انسان کو ہر قسم کا امن حاصل ہوتا ہے یہ بھی خانہ کعبہ کو میسر ہے۔کیونکہ امن اسی صورت میں میسر آتا ہے جب تمام جھگڑے مٹ جائیں اور خانہ کعبہ ہی ایک ایسا مقام ہے جو توحید کا مرکز ہونے کی وجہ سے تمام دنیا کو ایک نقطۂ اتحاد پر جمع کرنے کا ذریعہ ہے۔غرض خانہ کعبہ ہی حقیقی اور کامل گھر ہے جس میں وہ تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں جو ایک گھر میں پائی جانی چاہییں۔''

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ نمبر 163-165)

موجودہ خانہ کعبہ کی آبادکاری بذریعہ حضرت ابراہیمؑ

یہ جگہ اللہ کو پیاری تھی پس اس نے ارادہ کیا کہ وہ پھر سے اس کو آباد کرے اور ہمیشہ کے لیے دنیا کی ہدایت کا مرکز بنائے، چنانچہ خدا نے اس کی آبادی کے لیے ایسا مصفّی انسان چنا جس کی اولاد نے اپنی نورانی شعاعوں سے آج تک دنیا کو روشن کر رکھا ہے۔یہ شخص ایک بت ساز گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔وہ ملک عراق کا رہنے والا تھا۔آخر یہ بچہ ابراہیم کے نام سے دنیا میں مشہور ہوا۔یہ عظیم انسان اپنے شہر کے حالات سے دل برداشتہ ہو کر وہاں سے نکلا اور اپنی بیوی سارہ کے ساتھ عراق سے ہجرت کر کے پھرتے پھراتے فلسطین آ پہنچا اور عرصہ تک اس ملک میں رہا لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔نہ بیٹا نہ بیٹی۔آخر سارہ نے ابراہیم سے کہا ہمارے ہاں اولاد نہیں میں چاہتی ہوں کہ اس لڑکی کو جو کہ مصر کے بادشاہ نے ہماری خدمت کے لیے دی ہے تو اپنی بیوی بنا شاید اللہ اس سے ہمیں اولاد عطا فرمائے۔یہ نیک اور پاک باز عورت درحقیقت شاہِ مصر کے خاندان کی ایک لڑکی تھی اور اس نے ابراہیمؑ کی معجزانہ طاقت کو دیکھ کر ان کی دعاؤں کے حصول کی غرض سے ان کی خدمت کے لیے اسے ساتھ کر دیا تھا۔اس لڑکی کا نام ہاجرہ تھا۔ابراہیم نے اپنی بیوی کی اس بات کو قبول کر کے ہاجرہ کو اپنے نکاح میں لیا اور خدا نے بڑھاپے میں ابرام کو ایک لڑکا دیا جس کا نام اس نے اسمٰعیل رکھا یعنی خداوند خدا نے ہماری دعا سن لی۔اس بیٹے کی پیدائش پر خدا تعالیٰ نے ابرام کا نام ابراہام کر دیا کیونکہ اس سے نعمتوں کی فراوانی اور آسمانی برکت کا وعدہ کیا گیا تھا۔(متذکرہ بالا معلومات کی تفصیل تورات کی کتاب پیدائش سے پڑھی جا سکتی ہیں)۔اسی ابراہام کا تلفظ عربی زبان میں ابراہیم ہے اسی وجہ سے لوگ اسے ابراہام اور عرب ابراہیم کہتے ہیں۔

جب اسماعیل کچھ سمجھدار ہو گئے اور اپنے والد کے ساتھ دوڑ دوڑ کر چلنے لگے تھے کہ ایک دن ابراہیم نے ایک خواب دیکھا کہ وہ اسمٰعیل کو خدا تعالیٰ کے لیے قربان کر رہے ہیں فَلَمَّا بَلَغَ مَعَہُ السَّعۡیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۰۳﴾ (الصافات: 103) پس جب وہ اس کے ساتھ دوڑنے پھرنے کی عمر کو پہنچا اس نے کہا اے میرے پیارے بیٹے! یقیناً میں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس غور کر تیری کیا رائے ہے اس نے کہا اے میرے باپ! وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے یقیناً اگر اللہ چاہے گا تو مجھے تُو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

اس زمانے میں انسانوں کی قربانی کا عام رواج تھا اور اسے خدا تعالیٰ کے فضل کے حصول کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ابراہیم نے بھی خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے اخلاص کا امتحان لینا چاہتا ہے اس لیے جھٹ اپنی بڑھاپے کی اولاد کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور بچے سے محبت کے ساتھ پوچھا کہ تیری مرضی کیا ہے۔اس نے کہا اے میرے باپ! افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۰۳﴾
(الصافات: 103)

وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے یقیناً اگر اللہ چاہے گا تو مجھے تُو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

بچہ گو چھوٹا تھا مگر نورِ نبوت اس کی پیشانی سے چمک رہا تھا۔نیک باپ کی تربیت کی وجہ سے گو ابھی مذہب کی باریکیاں نہ سمجھتا ہو لیکن اس قدر جانتا تھا کہ اللہ کے حکم کو نہیں ٹالنا چاہیے۔وہ بولا جس طرح چاہو اللہ کے حکم کو پورا کرو۔باپ نے آنکھوں پر پٹی باندھی اور بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور اسے پیشانی کے بل لٹا دیا۔فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَتَلَّہٗ لِلۡجَبِیۡنِ (الصافات: 104) پس جب وہ دونوں رضامند ہو گئے اور اس نے اُسے پیشانی کے بل لٹا دیا۔

مگر خواب کا مطلب درحقیقت کچھ اور تھا اور اس کی تعبیر کسی اور طرح ظاہر ہونے والی تھی چنانچہ اس اثناء میں اللہ نے ابراہیم کو الہام کیا کہ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا ۚ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۰۶﴾ (الصافات: 106) یقیناً تُو اپنی رؤیا پوری کر چکا ہے یقیناً اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

پس اب ظاہر میں بچہ کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ قرب الٰہی کے لیے انسانی قربانی کا یہ انداز ہمیشہ کے لیے منسوخ کیا جاتا ہے۔آئندہ یہ قربانی اس رنگ میں قبول ہو گی کہ خدا کی رضا اور اس کے دین کی خاطر

جان و مال،عزت اور وقت کی قربانی کی جائے تاہم اس اقرار کے ظاہری نشان کے لیے بطور یادگار آئندہ ہر سال ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو عمدہ اور قیمتی جانور کی قربانی دی جائے۔ وَفَدَيۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۰۸﴾ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۰۹﴾ (الصافات: 108-109) اور ہم نے ایک ذبحِ عظیم کے بدلے اُسے بچا لیا اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں اس کا ذکرِ خیر باقی رکھا۔

بہرحال ان قربانیوں اور دعاواں کے نتیجہ میں حضرت ابرہیم کو بشارت ملی کہ اس بچے کی نسل کو میں بڑھاواں گا اور لوگ اس کی نسل کے ذریعے برکت پائیں گے۔

چنانچہ الٰہی اشارہ اور حالات پیش آمدہ واقعات کے تحت حضرت ابراہیم اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے پہلوٹے بیٹے اسمٰعیل کو اس جگہ چھوڑ آئے جہاں آج کل مکہ آباد ہے۔ رَبَّنَاۤ اِنِّىۡۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِىۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُـقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡـئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ (ابراہیم: 38) اے ہمارے ربّ! یقیناً میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو ایک بے آب وگیاہ وادی میں تیرے معزز گھر کے پاس آباد کر دیا ہے اے ہمارے ربّ! تا کہ وہ نماز قائم کریں پس لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں میں سے رزق عطا کر تا کہ وہ شکر کریں۔

قدیم زمانہ میں اس کا نام بَكَّةَ (آل عمران: 97) بھی تھا۔حضرت اسمٰعیل اور ان کی والدہ کو یہاں آباد کرنے اور اس جگہ کو رونق بخشنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ ہمیشہ کی زندگی کے مرکز الۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ (الحج:34) کو جس کی بنیادیں ریت کی تہوں میں اپنی صدیوں کی تاریخ چھپائے ہوئے تھیں پھر سے تعمیر کیا جائے۔

غرض یہاں آباد ہونے کے کچھ عرصہ بعد ارشاد الٰہی کے تحت حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کی مدد سے اس گھر کو دوبارہ تعمیر کیا جو کہ قبلہ عالم ہے۔کعبہ اور بیت اللہ کے نام سے مشہور اور معروف ہے یہ گھر مسجدِ حرام کے درمیان بنا ہوا ہے اس پر سیاہ ریشمی غلاف چڑھا رہتا ہے۔ چنانچہ فرمایا وَاِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَاِسۡمٰعِيۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۲۸﴾ (البقرہ: 128) اور جب ابراہیم اُس خاص گھر کی بنیادوں کو اُستوار کر رہا تھا اور اسماعیل بھی (یہ دعا کرتے ہوئے) کہ اے ہمارے ربّ! ہماری طرف سے قبول کر لے یقینا تو ہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

قدامت خانہ کعبہ کے متعلق بعض اقوال

اس کے متعلق تاریخ میں مختلف اقوال ملتے ہیں مثلاً ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ زمین و آسمان کی پیدائش سے بھی پہلے یہ گھر بنایا گیا إِنَّ هَذَا البَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ۔ یعنی اس شہر کی حرمت اس دن سے ہے جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے۔

(بخاری کتاب الجزیہ باب اثم الغادر للبر و الفاجر حدیث نمبر 13189)

کعبہ کی تاریخ کے سلسلہ میں ایک روایت حضرت ابو ذرؓ کی ہے کہ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الأَرْضِ أَوَّلُ؟ قَالَ: المَسْجِدُ الحَرَامُ۔ قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ المَسْجِدُ الأَقْصَى قُلْتُ: كَمْ كَانَ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ سَنَةً (صحیح البخاری کتاب أحادیث الانبیاء باب قول اللّٰه تعالیٰ واتخذ اللّٰه إبراهيم خليلا) حضرت ابو ذرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے پوچھا: یا رسول اللہ! زمین میں پہلے کونسی مسجد بنائی گئی؟ آپؐ نے فرمایا: مسجد حرام۔ کہتے تھے: میں نے عرض کیا: پھر اس کے بعد کونسی؟ فرمایا: مسجد اقصیٰ۔ میں نے پوچھا: ان دونوں میں کتنا فاصلہ تھا؟ فرمایا: چالیس سال۔

تعمیرات کعبہ

بعض روایات میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو جنت سے نکالا، تو وہ بہت غمگین ہوئے اور بہت زاری کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک خیمہ سے عزت بخشی اور یہ خیمہ مکہ میں کعبہ کی جگہ بنایا گیا۔ اس وقت کعبہ نہیں ہوتا تھا۔ اسی دن سے اس کے ساتھ حجر اسود بھی اتارا گیا، جو سفید رنگ کا پتھر تھا، پھر طوفان (نوح) کے زمانے میں کعبہ اٹھا لیا گیا اور اس کی بنیادیں رہ گئیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ وہ اس کی تعمیر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کے ذریعے ان کی راہنمائی فرمائی کہ بنیادیں کہاں ہیں۔ اس پر ان دونوں نے کعبہ کی دیواریں بنائیں، جبکہ اس کے اوپر چھت نہیں ڈالی۔ اس کی بنیاد 5 یا 7 پہاڑوں کے پتھروں سے بنائی گئیں، جنہیں ملائکہ اٹھا کر لاتے تھے۔ ان پہاڑوں کے نام حراء، ثبیر، الجودی، طور سیناء، طور زیتا، احد، لبنان ہیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ اس کی تعمیر سے فارغ ہو چکے، تو حضرت جبرائیل ان کے پاس آئے اور کہا کہ اس کا طواف کرو۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے طواف کیا (7 دفعہ چکر لگائے) ارکان (حجر اسود، رکن یمانی) کا استلام (چھونا یا بوسہ دینا) کرتے ہوئے جب طواف کرلیا، تو پھر مقام کے پیچھے نماز ادا کی دو رکعت اور حضرت جبرائیلؑ نے ان کے ساتھ کھڑے ہو کر ان کو عبادت کے طریق بتائے۔ پھر حکم دیا کہ اب آپؑ لوگوں میں حج کا اعلان کریں۔

(معجم اعلام متن الحدیث از دکتور محمد التونجی صفحہ 96-97)

بہرحال بیت اللہ کے متعلق مختلف اقوال موارخین نے بیان کئے ہیں۔ بعض نے تین تعمیرات کا ذکر کیا ہے بعض نے چار بعض نے پانچ بعض نے دس اور بعض نے بارہ۔ اس اختلاف کی وجہ کعبہ کے سنگ بنیاد، اس کی تعمیر اور مرمت کے مابین پیدا ہونے والا اشتباہ ہے۔جن موارخین کے مطابق کعبہ کی تعمیر آج تک چند دفعہ ہوئی اس میں ملائکہ اور حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، ابن زبیر اور حجاج کی پانچ تعمیرات شامل ہیں اور بارہ تعمیرات کی روایت کے مطابق مندرجہ ذیل بیان کی گئی ہیں:

1. ملائکہ کی تعمیر
2. حضرت آدمؑ
3. حضرت شیثؑ
4. حضرت ابراہیمؑ
5. عمالقہ
6. جرہم
7. قصیّ
8. عبدالمطلب
9. قریش
10. عبداللہ بن زبیر
11. حجاج
12. سلطان مراد

(ماخوذ از الفضل آن لائن 4/جولائی 2021ء زیر عنوان بیت اللہ کی مختصر تاریخ قسط اول از حافظ ایچ ایم طارق)

(متذکرہ بالا تعمیرات کے متعلق تفصیل سے معلومات حسب ذیل کتب سے مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ تاریخ الکعبہ البدایہ و النہایہ، تاریخ الطبری، انساب الاشراف للبلاذری، تاریخ ابن ہشام اور خلاصہ ان کا مطالعہ کرنے کے لیے الفضل 4/جولائی 2021ء کا مطالعہ کیا جائے۔ ناقل)

”خانہ کعبہ“ کی تجدیدی تعمیری اور ”بیت المقدس“ کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ

حضرت سید زین العابدین شاہ صاحب نے بخاری شریف کی شرح میں متذکرہ بالا احادیث کے متعلق مختلف تاریخی حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں کی موجودہ ابتداء حضرت ابراہیمؑ ہی کے ذریعہ ہوئی۔ ایک کی تجدید ہوئی اور دوسرے کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ایک بیٹے اسماعیلؑ کے ساتھ بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کیا تو دوسرے بیٹے اسحاقؑ کے ساتھ بیت ایل یا بیت المقدس کی بنیاد رکھی۔جس کے درمیان 40 سال کا عرصہ بنتا ہے۔ چنانچہ آپ تحریر کرتے ہیں کہ ”مذکورہ روایات سے ظاہر ہے کہ بیت اللہ پہلی مسجد ہے اور بیت المقدس دوسری اور دونوں کے درمیان چالیس سال کا تفاوت ہے اور یہ دونوں مساجد توحید کی اہم بنیاد ثابت ہوئیں۔ امام ابن حجرؒ نے اس روایت کے تعلق میں علامہ ابن جوزیؒ کا ایک اشکال نقل کیا ہے کہ بیت اللہ کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے اُٹھائی گئی اور بیت المقدس کی حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذریعہ سے اور ان دونوں کے درمیان تقریباً ایک ہزار سال کا عرصہ ہے۔ اس تعلق میں انہوں نے نسائی کی روایت کا بھی حوالہ نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر کی تھی (سنن النسائی، کتاب المساجد، باب فضل المسجد الاقصی و الصلاۃ فیہ) علامہ قرطبیؒ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں کی ابتداء حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے ذریعہ سے ہوئی۔ ایک کی تجدید ہوئی اور دوسرے کی بنیاد رکھی گئی۔ پھر وقتاً فوقتاً ان دونوں عبادت گاہوں کی تجدید و تعمیر مختلف زمانوں میں ہوتی رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا تعلق اصل وضع بنیاد سے ہے۔جس کا آغاز بلا شبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں سے ہوا اور ان دونوں عبادت گاہوں کی بنیاد کے درمیان تخمیناً چالس سال کا عرصہ ہے۔ جیسا کہ توریت کی کتاب پیدائش باب 12 میں مذکور ہے کہ وہ حاران (آسور یعنی عراقِ عرب) سے ہجرت کر کے ملک کنعان (فلسطین) میں آئے اور ایک قربان گاہ بمقام سکم (نابلس) میں اس جگہ بنائی، جہاں خداوند ان پر ظاہر ہوا اور ان سے فرمایا کہ یہی ملک (کنعان) تیری نسل کو دوں گا اور پھر یہاں سے کوچ کر کے اس پہاڑ کی طرف گیا جو بیت ایل کے مشرق میں ہے اور وہاں اس نے خداوند کے لئے قربان گاہ بنائی اور خداوند سے دعا کی اور یہاں سے سفر کرتا کرتا جنوب کی طرف بڑھا اور جب اس ملک میں سخت کال پڑا، مصر کو گیا۔ بوقت ہجرتِ وطن آپؑ کی عمر پچھتر برس بتائی گئی ہے اور ان سے خداوند کی طرف سے وعدہ کیا گیا ہے کہ زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلے سے برکت پائیں گے۔ (پیدائش باب 12 آیات 3 تا10) باب 13 میں ہے کہ مصر سے واپسی پر پھر اس بیت اللہ میں آئے جس کے مشرق میں مقام عی ہے اور جہاں انہوں نے قربان گاہ بنائی اور دعا کی تھی (یہ نابلس والی قربان گاہ نہیں بلکہ فلسطین والا بیت ایل اور وہاں کی قربان گاہ ہے۔) باب 14 میں حضرت لوط علیہ السلام کے وادیا اردن میں سکونت اختیار کرنے کا ذکر ہے۔ باب 15 میں دریائے فرات سے دریائے مصر (نیل) تک وسیع علاقے دیئے جانے کا ذکر ہے اور باب 16 میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش اور ان کی نسل سے بارہ سردار پیدا ہونے کے وعدہ کا ذکر ہے اور یہ کہ ان کی نسل بہت بڑھے گی اور برکت پائے گی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی برس بتائی گئی ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ برس کی تھی جب ان کا ختنہ ہوا اور اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر ننانوے سال بتائی گئی ہے۔ (پیدائش باب 17) اور باب 18 میں حضرت سارہ

کو فرشتوں کی طرف سے بشارت دینے کا واقعہ مذکور ہے اور باب 21 میں ان کے ہاں حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کا ذکر ہے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال بتائی گئی ہے اور اسی باب میں حضرت ہاجرہ کے مع حضرت اسماعیلؑ فاران کی طرف ہجرت کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ ان کی ماں حضرت ہاجرہ نے ان کی شادی کا انتظام کیا اور اس کے بعد حضرت اسحاقؑ کے ذبح کئے جانے کی آزمائش اور ان کی نسل کو بہت برکت دیئے جانے سے متعلق وعدے کا ذکر ہے۔

(باب 22)

اس تبصرہ سے ظاہر ہے کہ وہ جگہ جہاں یہ واقعہ آزمائش رونما ہوا، اس جگہ نے بیت المقدس کے نام سے بنواسرائیل کے درمیان شہرت پائی۔ اس کی بنیاد طبعاً بعد کی ہے اور یہ وہ جگہ ہے جو جبل موریہ پر واقع ہے۔ مذکورہ بالا عرصہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جنوب کی طرف قادس اورشور کے درمیان سفر کرنے اور جرار میں قیام کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

(باب 20)

حضرت ابراہیمؑ کی ارض کنعان میں آمد اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے عرصہ کا پچیس سال اندازہ بتایا گیا ہے۔ (قطف الزھور فی تاریخ الدھور تالیف یوحنا افندی ابکاریوس، القسم الاوّل فی ممالک قارۃ اسیا وشعوبھا ودولھا، الفصل الرابع فی تاریخ العبرانیین، الباب الثانی فی خروج بنی اسرائیل من مصر تحت ریاسۃ موسیٰ، صفحہ 33) اور اسی موالف کا اندازہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کل عمر 175 سال تھی۔

(الباب الاوّل فی ذکر ابراہیم و ارتحال یعقوب واولادہ الی مصر صفحہ 31)

سوال یہ ہے کہ اس اثناء میں دوسرا سفر جنوب کی طرف کیوں اختیار کیا گیا اور حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی زندگی کے حالات کی نسبت صحف عہد قدیمہ کیوں خاموش ہیں اور اگر حضرت اسحاق وحضرت یعقوب علیہما السلام کے متعلق اسرائیلی روایات قابل اعتماد ہیں تو عربوں کی روایات ان کے جد امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام سے متعلق کیوں قابل اعتماد نہیں؟ آخر قومی روایات متداولہ کے سوا ہمارے پاس اور کونسا یقینی ذریعہ ہے جس سے ان کے حالات کا علم ہو سکے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے سفر کی بابت قیاس غالب یہی ہے کہ جنوب کی سمت ان کا سفر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی خبرگیری اور نگہداشت ہی کے لئے تھا اور ان کی نسبت یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ انہوں نے وہاں کوئی بیت ایل نہ بنائی ہو۔ کیونکہ خود توریت کی مذکورہ بالا شہادتوں سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جہاں بھی قیام فرمایا وہاں ایک بیت ایل اور قربان گاہ ضرور قائم کی۔ مثلاً حاران سے سکم میں آنے پر، سکم سے مقام عی میں آنے پر اور کنعان کے جنوب میں مقام حَبرون (بیت الخلیل) اور پھر جبل موریا پر بوقت آزمائش ذبیحہ گزارا اور قربان گاہ بنائی اور دعا کی اور ان جگہوں کا نام بیت ایل رکھا۔ پس ایسے شخص کی نسبت قیاس یہی کہتا ہے کہ جہاں حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا قیام ہوا، وہاں بھی انہوں نے ضرور بیت ایل کی بنیاد رکھی۔ جیسا کہ اس بارہ میں بنی اسماعیل کی روایتیں موجود ہیں اور یہ پہلا بیت اللہ ہے اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے متعلق جبل موریا والا دوسرا بیت ایل بعد کا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ذکر ہے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت تک 25 سال اور سن بلوغ کم از کم پندرہ سال ہے۔ یہ کل چالیس سال کا عرصہ ہوتا ہے جو ایک اندازہ ہے۔ اگر اسے مدنظر رکھا جائے تو یہ اندازہ اَصدق الصادقین نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازے سے بالکل مطابق ہوتا ہے جو اس روایت میں مروی ہے۔ خود یہودی اور مسیحی محققین و شارحین تورات کو تسلیم ہے کہ اسرائیلی احبار کے اندازے صرف قیاسی ہیں یقینی نہیں جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے۔

(اردو ترجمہ و شرح صحیح بخاری از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ جلد ششم صفحہ نمبر 269-272 زیر کتاب احادیث الانبیاء بمطابق ایڈیشن 2019ء)

حضرت مصلح موعودؓ موجودہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیل علیہ السلام کے کردار کے متعلق بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وَاِذۡ یَرۡفَعُ اِبۡرٰھٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَیۡتِ وَاِسۡمٰعِیۡلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۱۲۸﴾ (البقرہ:128) اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ بیت اللہ کو ہم نے مَثَابَۃً اور امن کا مقام بنایا ہے۔ اس میں یہ کوئی ذکر نہیں تھا کہ بیت اللہ کی تعمیر کس کے ہاتھوں ہوئی مگر اب فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی بنیادیں کھڑی کیں۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی بنیادیں رکھی تھیں، مگر یہ درست نہیں۔ کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے یضع القواعد نہیں فرمایا، بلکہ یَرۡفَعُ الۡقَوَاعِدَ فرمایا ہے۔ اگر بنیاد رکھنے کا ذکر ہوتا تو وضع کا لفظ استعمال کیا جاتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ پہلے سے موجود تھا، مگر اس کی عمارت منہدم ہو چکی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اس کی بنیادوں کو بلند کیا اور بیت اللہ کی ازسرنو تعمیر کی۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 177۔178)

خانہ کعبہ کی ازسرنو تعمیر درحیات نبیؐ

احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل قریش کی تعمیر کعبہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی تعمیر کا ذکر ہے۔ قریش کی تعمیر کے بارہ میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی روایت ہے لَمَّا بُنِيَتِ الكَعْبَةُ، ذَهَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبَّاسٌ يَنْقُلاَنِ الحِجَارَةَ، فَقَالَ عَبَّاسٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْعَلْ إِزَارَكَ عَلَى رَقَبَتِكَ يَقِيكَ مِنَ الحِجَارَةِ، فَخَرَّ إِلَى الأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ، ثُمَّ أَفَاقَ، فَقَالَ: إِزَارِي إِزَارِي فَشَدَّ عَلَيْهِ إِزَارَهُ کہ جب کعبہ کی تعمیر ہوئی تو حضرت عباسؓ اور رسول اللہ ﷺ پتھر ڈھونے لگے۔ عباسؓ نے بھتیجے (رسول اللہ ﷺ) سے کہا: اپنی تہ بند کندھے پر رکھ لیں جو آپ کو پتھر کے گزند سے بچائے گا۔ ایسا کرنے پر آنحضرت ﷺ (مارے شرم کے) زمین پر گر پڑے، آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوئی تھیں اور فرماتے تھے میری چادر مجھے دے دو۔ چنانچہ آپ نے دوبارہ چادر مضبوطی سے باندھ لی۔

(بخاری کتاب فضائل الصحابہ باب بنیان الکعبہ حدیث نمبر 3829)

خانہ کعبہ کی اِس تعمیر کے متعلق بخاری شریف میں آنحضرت ﷺ کی متفرق روایات درج ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا: أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوُا الكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟ معلوم ہے تیری قوم نے جب کعبہ کی تعمیر کی تو انہوں نے ابراہیمؑ کی بنیادوں سے ہٹ کر اسے چھوٹا کر دیا۔

(دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ) سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الجَدْرِ أَمِنَ البَيْتِ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ- قُلْتُ: فَمَا لَهُمْ لَمْ يُدْخِلُوهُ فِي البَيْتِ؟ قَالَ: إِنَّ قَوْمَكِ قَصَّرَتْ بِهِمُ النَّفَقَةُ- قُلْتُ: فَمَا شَأْنُ بَابِهِ مُرْتَفِعًا؟ قَالَ: فَعَلَ ذَلِكَ قَوْمُكِ، لِيُدْخِلُوا مَنْ شَاءُوا وَيَمْنَعُوا مَنْ شَاءُوا، وَلَوْلاَ أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِالْجَاهِلِيَّةِ، فَأَخَافُ أَنْ تُنْكِرَ قُلُوبُهُمْ، أَنْ أُدْخِلَ الجَدْرَ فِي البَيْتِ، وَأَنْ أُلْصِقَ بَابَهُ بِالأَرْضِ (حطیم کی) دیوار کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ بیت اللہ کا (حصہ) ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا: پھر ان کو کیا ہوا کہ انہوں نے اسے بیت اللہ میں داخل نہیں کیا؟ آپؐ نے فرمایا: تمہاری قوم کے پاس اخراجات کم ہو گئے تھے۔ میں نے پوچھا: پھر اس کا یہ دروازہ کیوں اونچا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تمہاری قوم نے یہ اس لئے کیا کہ وہ جسے چاہیں اندر لے جائیں اور جس کو چاہیں روک دیں اور اگر تمہاری قوم جاہلیت سے قریب زمانہ کی نہ ہوتی جس سے مجھے اندیشہ ہے کہ ان کے دل بُرا مانیں گے کہ میں حطیم کو بیت اللہ میں شامل کروں اور بیت اللہ کے دروازہ کو زمین سے ملا دوں (تو ایسا کر دیتا)۔

نیز فرمایا فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ، وَأَلْزَقْتُهُ بِالأَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ، بَابًا شَرْقِيًّا، وَبَابًا غَرْبِيًّا، فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِيمَ، میں نئی تعمیر میں وہ چیزیں شامل کر دیتا جو اس سے نکال دی گئیں اور میں اس (دروازے) کو زمین سے ملا دیتا اور دو دروازے ایک مشرق اور ایک مغرب کی طرف بناتا اور اس طرح ابراہیمؑ کی بنیادوں پر اسے مکمل کرتا۔‘‘

(بخاری کتاب المناسک باب فضل مکہ و بنیانہا احادیث نمبر 1582-1586)

فَذَلِكَ الَّذِي حَمَلَ ابْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلَى هَدْمِهِ، قَالَ يَزِيدُ: وَشَهِدْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ حِينَ هَدَمَهُ، وَبَنَاهُ، وَأَدْخَلَ فِيهِ مِنَ الحِجْرِ اس بات نے (حضرت عبداللہ) بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بیت اللہ کے گرانے پر آمادہ کیا۔ یزید کہتے تھے: میں حضرت ابن زبیرؓ کے پاس موجود تھا جب انہوں نے اس کو گرایا اور بنایا اور اس میں حطیم کو داخل کیا

(بخاری کتاب المناسك باب فضل مكه وبنيانها حدیث نمبر 1586)

حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے ان متذکرہ احادیث کی تشریح میں اس تعمیر اور دوبارہ واپس حیات نبی ﷺ میں موجود کعبہ کی شکل کی بحالی کی تفصیل لکھی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ 64ھ میں آتش زدگی سے جب کعبہ کو نقصان پہنچا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کی دوبارہ تعمیر کے وقت آنحضرت ﷺ کی خواہش کے مطابق حطیم کو بھی شامل کر لیا۔ انہوں نے کعبہ کے اندر بجائے چھ ستونوں کی جگہ صرف تین ستون ہی بنوائے۔ لیکن عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کے ذریعے گرواکر پھر بیت اللہ کو جیسا پہلے تھا ویسا ہی بنوا دیا۔ صرف تین ستونوں والی تبدیلی بحال رکھی اور توجیہہ یہ کی کہ جس بات کو نبی ﷺ نے نہیں کیا، اسے کرنے کا حق کسی کو نہیں پہنچتا اور روایت مذکورہ بالا میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری لإبن حجر العسقلانی زیر شرح قَوْلُهُ بَابُ فَضْلِ مَكَّةَ وَبُنْيَانِهَا وَقَوْلُهُ تَعَالَى وَإِذْ جعلنَا الْبَيْت مثابة للنَّاس وَأمنا۔ جزء 3 صفحہ 562۔564)

حضرت مرزا بشیر احمدؓ اپنی شہرہ آفاق تصنیف سیرت خاتم النبیینؐ میں مختلف تواریخ کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

’’ہر دنیوی چیز کے ساتھ ٹوٹ پھوٹ کا سلسلہ لگا ہوا ہے۔ چنانچہ کعبہ بھی حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کے بعد کئی دفعہ گرا اور کئی دفعہ بنا۔ بعض اوقات کسی سیلاب کے زور سے جو مکّہ کی وادی میں کبھی کبھی آ جاتا تھا اس کی عمارت کو نقصان پہنچ جاتا تھا اور اس کے متولی اسے گِرا کر پھر تعمیر کرتے تھے اور بعض اوقات آگ یا کسی اور حادثہ کے نتیجہ میں ایسا کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ ہر اس قوم کو کعبہ کی تعمیر کرنی پڑی جس کے ہاتھ میں اس کی تولیت گئی۔ بنو جرھم، خزاعہ اور قریش سبھی نے اپنے اپنے وقت میں اس کی تعمیر کی۔ قُصَیّ نے بھی ایک دفعہ اس کی تعمیر کی اور پھر آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قریش نے اسے دوبارہ تعمیر کیا اور انہوں نے اس کے اندر کچھ ترمیمات بھی کیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کی بلندی کو زیادہ کر کے اُس کے اُوپر چھت ڈالی اور اس کے اندر چھ ستون بنائے اور چھت میں ایک روشندان بنایا اور کعبہ کے دروازے کو اونچا کر دیا۔ مگر چونکہ ان کے پاس سامان تھوڑا تھا اس لیے وہ کعبہ کو اس کی اصل ابراہیمی بنیادوں پر کھڑا نہ کر سکے، بلکہ انہوں نے ایک طرف کو قریباً سات ہاتھ جگہ چھوڑ دی۔ اس چھوڑے ہوئے حصّہ کو حطیم یا حجر کہتے ہیں اور آنحضرت صلی للہ علیہ و سلم نے اسے کعبہ کا حصہ ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ طواف کے وقت اس حصّہ کے باہر سے ہو کر گزرنا ضروری ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی للہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ عائشہ سے فرمایا کہ ’’حطیم خانہ کعبہ کا ہی حِصّہ ہے اور قریش نے

اسے اس لیے باہر چھوڑ دیا تھا کہ ان کے پاس خرچ ٹُھڑ گیا تھا اور اُنہوں نے کعبہ کے دروازے کو اس لیے اونچا کر دیا تھا کہ تاوہ جسے چاہیں اندر آنے دیں اور جسے چاہیں روک دیں اور اے عائشہ اگر تیری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی اور مجھے اُن کے تزلزل کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ان کی تعمیر کردہ عمارت کو گرا کر پھر اصل ابراہیمی بنیادوں پر ساری عمارت کو تعمیر کرتا اور حطیم کو اس کے اندر شامل کر دیتا اور اس کے دروازہ کو نیچا کر دیتا اور اس کے موجودہ دروازے کے مقابل پر ایک اور دروازہ بھی لگواتا۔'' (بخاری کتاب الحج باب وجوب الحج وفضلہ) چنانچہ 64ھ میں جب کسی وجہ سے کعبہ کی عمارت کو نقصان پہنچا تو عبداللہ بن زبیرؓ نے جو اس وقت مکّہ کے حاکم تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کو پورا کیا اور کعبہ کے اندر بجائے چھ ستونوں کے صرف تین ستون بنوائے، لیکن عبدالمالک بن مروان نے جب مکّہ پر غلبہ پایا تو غالباً اس خیال سے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو نہیں کیا تو اَور کسی کو بھی اس کا حق نہیں ہے، حجاج بن یوسف کو حکم دیا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کی تعمیر کو گرا کر پھر اسی رنگ میں عمارت بنوادی جاوے جس طرح وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی۔ چنانچہ حجاج نے ایسا ہی کیا مگر تین ستونوں والی تبدیلی کو بحال رکھا۔

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم۔اے صفحہ 90-89 زیر عنوان کعبہ کی دوبارہ سہ بارہ تعمیر)

غلاف کعبہ یا کسوۃِ کعبہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے اس بابت مختلف تاریخی حوالوں کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ''شروع شروع میں کعبہ پر کوئی غلاف وغیرہ نہ ہوتا تھا، لیکن بعد میں یمن کے ایک بادشاہ تبّع اسد نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ وہ کعبہ کو غلاف چڑھا رہا ہے چنانچہ اس نے کعبہ پر غلاف چڑھوا دیا۔ اس کے بعد غلاف چڑھانے کی رسم جاری ہوگئی۔ چنانچہ قریش کعبہ پر ہمیشہ غلاف چڑھایا کرتے تھے۔ اسلام میں بھی یہ رسم جاری رہی۔ چنانچہ آج تک کعبہ پر باقاعدہ ہر سال نیا قیمتی غلاف چڑھایا جاتا ہے اور پرانا غلاف اتار کر حاجیوں میں تقسیم یا فروخت کر دیا جاتا ہے۔ آجکل جو غلاف چڑھایا جاتا ہے وہ سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور اس پر جگہ جگہ کلمہ طیّبہ اور قرآنی آیات لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔

(سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم۔اے صفحہ 90 زیر عنوان کسوۃ کعبہ)

کعبہ کی موجودہ شکل مستطیل ہے شمالاً جنوباً 44 فٹ لمبا اور شرقاً غرباً 33 فٹ چوڑا ہے اونچائی 45 فٹ ہے۔

خاکسار اپنی گزارشات حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ان الفاظ پر ختم کرنا چاہتا ہے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک رفیق حضرت صوفی منشی احمد جان صاحب کو حج بیت اللہ پر جاتے ہوئے اپنی طرف سے حسب ذیل دعا کرنے کی تحریک کرتے ہوئے ایک مکتوب میں فرمائی۔

''اس عاجز ناکارہ کی ایک عاجزانہ التماس یاد رکھیں کہ جب آپ کو بیت اللہ کی زیارت بفضل اللہ تعالیٰ میسر ہو تو اس مقام محمود مبارک میں اس احقر عباد اللہ کی طرف سے انہیں لفظوں میں مسکنت و غربت کے ہاتھ بحضور دل اٹھا کر گزارش کریں کہ: اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ! ایک تیرا بندہ عاجز اور ناکارہ پُرخطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین ملک ہند میں ہے۔ اس کی یہ عرض ہے کہ اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ! تو مجھ سے راضی ہو اور میری خطیات اور گناہوں کو بخش کہ تو غفور و رحیم ہے اور مجھ سے وہ کام کرا جس سے تو بہت ہی راضی ہو جائے۔ مجھ میں اور میرے نفس میں مشرق اور مغرب کی دوری ڈال اور میری زندگی اور میری موت اور میری ہر یک قوت جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل متبعین میں مجھے اٹھا۔ اے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ! جس کام کی اشاعت کے لیے تو نے مجھے مامور کیا ہے اور جس خدمت کے لیے تو نے میرے دل میں جوش ڈالا ہے اس کو اپنے ہی فضل سے انجام تک پہنچا اور اس عاجز کے ہاتھ سے حجت اسلام مخالفین پر اور ان سب پر جو اب تک اسلام کی خوبیوں سے بے خبر ہیں پوری کر اور اس عاجز اور اس عاجز کے تمام دوستوں اور مخلصوں اور ہم مشربوں کو مغفرت اور مہربانی کی نظر سے اپنے ظل حمایت میں رکھ کر دین و دنیا میں آپ ان کا متکفل اور متولی ہو جا اور سب کو اپنی دارالرضا میں پہنچا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل اور اصحاب پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام و برکات نازل کر۔ آمین یا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔''

یہ دعا ہے جس کے لئے آپ پر فرض ہے کہ ان ہی الفاظ سے بلا تبدل و تغیر بیت اللہ میں حضرت اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ میں اس عاجز کی طرف سے کریں۔

والسلام خاکسار غلام احمد 1303ھ

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم صفحہ 17-18 مکتوبات امام ہمام قلمی جلد اول صفحہ 61 1892ء)

بقیہ: مسجد قباء اور مسجد نبویؐ کی تعمیر ...... از صفحہ 12

مضبوط ستون بنوائے جن کے درمیان سوراخ کر کے لوہے کی سلاخوں اور سیسہ وغیرہ ڈالا۔ پھر ان پر انتہائی دلفریب نقش و نگار کرایا۔ چھت پر عمدہ لکڑی لگائی۔ برآمدوں کے درمیان صحن رکھا اور پہلی دفعہ مسجد کا مینار بنوایا۔ بعد ازاں مختلف ادوار میں تعمیر و توسیع ہوتی رہی۔ اکتوبر 1986ء میں جو توسیع ہوئی وہ پہلے سے تقریباً تین گنا زیادہ ہے۔ عورتوں کے لئے شمال کی جانب الگ حصہ مخصوص کیا گیا ہے۔ اس وقت مشرق، مغرب اور شمال میں دو بڑے اور چار چھوٹے دروازے ہیں۔

مسجد قباء کے امام

ابتدائی زمانہ میں مسجد قباء میں حضرت مولیٰ حذیفہؓ کو امام مقرر کیا گیا۔ آپ مہاجرین اولین بشمول حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور دیگر صحابہؓ کی امامت کے فرائض سر انجام دیا کرتے تھے۔ بعد ازاں سعد ابن عدیم امام مقرر ہوئے جو حضرت عمرؓ کے زمانہ تک یہ خدمات بجالاتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے مجمع بن حارثہؓ کو بطور امام تعینات فرمایا۔

قبلہ کا تبدیل ہونا

جس وقت سید الاولین و آخرین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قباء کی تعمیر فرمائی اس وقت قبلہ بیت المقدس تھا۔ پھر 16-17 ماہ بعد جب بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ نے قبلہ قرار دیا تو مسجد قباء میں بھی یہ تبدیلی واقع ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد قباء میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن میں یہ حکم نازل ہوا ہے کہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنالو۔ چنانچہ ان سب نے اپنے رخ کعبۃ اللہ کی طرف کر لئے تم بھی اپنے رخ بیت اللہ کی طرف پھیر لو۔ تو لوگوں نے اپنے رخ بیت اللہ کی طرف کر لئے جبکہ وہ شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔

(بخاری کتاب التفسیر باب ومن حیث خرجت فول وجھک شطر المسجد الحرام 4494)

مسجد نبوی سے مسجد قباء کا فاصلہ

مسجد قباء مدینہ منورہ سے جنوب مغربی جانب تقریباً 3 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ عام رفتار سے چلتے ہوئے ایک شخص چالیس منٹ میں وہاں پہنچ جاتا ہے۔ پہلے اس کا راستہ تنگ اور دشوار گزار تھا۔ بعد میں آنے والے حکمرانوں نے بہت سی اراضی خرید کر یہ راستہ کشادہ کر دیا۔

(باقی کل ان شاءاللہ)

بقیہ: حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی...... از صفحہ 15

''میرے لئے سب برابر ہیں۔ اس موقع پر امتیاز اور تفریق نہیں ہو سکتی۔ سب کے لئے ایک ہی کھانا ہونا چاہئے یہاں کوئی چھوٹا بڑا نہیں۔ مولوی صاحب کے لئے الگ انتظام اُن کی لڑکی کی طرف سے ہوسکتا ہے اور وہ اس وقت میرے مہمان ہیں اور سب مہمانوں کے ساتھ ہیں۔ اس لئے سب کے لئے ایک ہی قسم کا کھانا تیار کیا جائے۔ خبردار کوئی امتیاز کھانے میں نہ ہو۔''

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 157)

مہمانوں کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے دلی جذبات آپ کے ان اشعار سے واضح ہو جاتے ہیں:

مہماں جو کر کے اُلفت آئے بصد محبت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہنچے غم جب، یاد آئے وقتِ رخصت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے، آخر کو پھر جدا ہے

یہ واقعات، جو کہ مہمان نوازی، اکرامِ ضیف اور مشایعتِ مہمان کے پہلوؤں کو پیش کرتے ہیں، یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اپنا کام کرنے میں قطعاً کوئی تأمل نہ ہوتا تھا اور یہ آپ کی صداقت کی بھی زبردست دلیل ہیں۔

اگر تکلّف اور تصنّع کو آپ کے اخلاق کے ساتھ کوئی تعلق ہوتا تو آپ اپنے مخلص اور جاں نثار مریدوں کے درمیان کھڑے ہو کر اپنے ایک خادم کو دودھ نہ پلاتے جیسا کہ ایک خادم اپنے آقا کو پلاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ محبت اور ہمدردیٔ مخلوق کے اُس مقام پر کھڑا تھا جہاں انسان باپ سے بھی زیادہ مہربان اور شفیق ہوتا ہے۔

وہ اپنے خادموں کو غلام نہیں بلکہ اپنے معزز اور شریف بھائی سمجھتا تھا اور اُن کے اِکرام و احترام سے وہ سبق دیتا تھا کہ ہمیں کس طرح اپنے بھائیوں سے سلوک کرنا چاہئے اور کس طرح ایک دوسرے سے احترام کے اُصولوں پر کاربند ہو کر اس حقیقی عزت اور احترام کا دائرہ وسیع کرنا چاہئے جو مؤمنین کا خاصا ہے۔

کیا دنیا کے پِیروں اور مرشدوں میں اس کی نظیر پائی جا سکتی ہے۔ ہر گز نہیں۔ ہاں اگر یہ نظیر ملے گی تو صرف اس جماعت میں جو انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہو۔ یا اُن لوگوں میں ملے گی جنہوں نے منہاج نبوّت پر خدا تعالیٰ کی تجلّیوں اور فیوض کو حاصل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ ان کے اُسوہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عبد القدیر قمر

مسجد قباء اور مسجد نبویؐ کی تعمیر

دنیا کی سب سے دلکش، دلفریب، دلنشین اور خوبصورت جگہ وہ جگہ ہے جہاں خدا کا گھر یعنی مساجد تعمیر کی جاتی ہیں۔ مساجد مسلمانوں کی اجتماعی عبادت، منتشر قوتوں کی شیرازہ بندی اور باہمی تعلق کی مضبوطی اور بکھرے ہوئے موتیوں کو سلک مراوید میں پرونے اور محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں نیاز مندی اور وفاداری کے ساتھ اکٹھا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ مساجد رب کائنات مالک شش جہات کا گھر ہیں جن کی رفعت شان اور عزت عظمت کا مقابلہ عالی شان اور پُرشکوہ عمارات بھی نہیں کرسکتیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَّاَنَّ الۡمَسٰجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدۡعُوۡا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا ﴿۱۹﴾

(الجن: 19)

اور یقیناً مسجدیں اللہ ہی کے لئے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

اور حکم دیا۔ وَّاَقِیۡمُوۡا وُجُوۡہَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّادۡعُوۡہُ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ہر مسجد کے پاس اپنی توجہ درست کرلیا کرو اور اللہ کی عبادت کو خالص اسی کا حق قرار دیتے ہوئے اسی کو پکارو۔

اللہ تعالیٰ کو شہروں اور بستیوں میں مسجدیں بہت زیادہ پسند ہیں جبکہ منڈیاں اور بازار سخت ناپسند ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنۡ بَنٰی مَسۡجِدًا لِلّٰہِ یَبۡتَغِیۡ بِہٖ وَجۡہَ اللّٰہِ تَعَالٰی بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّۃِ

(مسلم کتاب المساجد باب فضل بناء المسجد و الحث علیہا)

کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بناتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہے:

مَنۡ بَنٰی لِلّٰہِ مَسۡجِدًا مِنۡ مَالِہٖ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ مِثۡلَہٗ فِی الۡجَنَّۃِ

(ابن ماجہ کتاب المساجد باب من بنی للہ مسجدا)

جو شخص اپنے مال سے اللہ کے لئے مسجد بناتا ہے۔ اللہ اسی کی مانند جنت میں اس کے لئے گھر بناتا ہے۔

ابن ماجہ کی ہی روایت ہے کہ

مَنۡ بَنٰی لِلّٰہِ مَسۡجِدًا اَوۡکَمَفۡحَصِ قَطَاۃٍ اَوۡ اَصۡغَرَ بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّۃِ

(کتاب المساجد باب من بنی للہ مسجدا)

جو شخص چڑیا کے گھونسلے کے برابر (یعنی چھوٹی سی) بھی محض اللہ کے لئے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے گھر بناتا ہے۔

جب اسلام کے نیر تاباں نے مدینہ کو اپنی ضیا پاشیوں سے منور کیا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کے انوار و برکات سے جہان عالم کو مستنیر کرنے کے لئے قیام مسجد کا ارادہ فرمایا اور یہ شرف وجد مدینہ کے حصہ میں آئی کہ وہاں مسجد تعمیر کی جائے تا اس کی ضیا گستریوں سے اکناف عالم منور ہونے لگیں۔

مسجد قباء

حکم خداوندی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو پہلے چودہ دن قباء مقام پر ٹھہرے۔ ظہور اسلام کے بعد مساجد کی تعمیر کی تاریخ میں مقام قباء پر بننے والی مسجد کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ جس کی تعمیر میں خود سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شامل ہوئے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اس مسجد کی بنیاد رکھی۔ آپؐ صحابہؓ کے ساتھ خود بھی اینٹیں اور پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ آپؐ کا جسم گرد آلود ہو جاتا تھا۔ صحابہؓ آ آ کر عرض کرتے۔ ہمارے والدین آپؐ پر قربان۔ اپنا بوجھ ہمیں اٹھانے دیجئے۔ آپؐ فرماتے نہیں تم اس جیسی دوسری اینٹ یا پتھر اٹھا کر لے آو۔ اس مسجد کے معمار بھی صحابہؓ تھے اور مزدور بھی۔ وہی اینٹیں لاتے۔ پتھر ڈھوتے۔ دیواریں بناتے چھت ڈالتے۔ چند دن کی محنت کے بعد یہ مسجد مکمل ہوگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد سے بہت محبت تھی۔ مدینہ تشریف لے جانے کے بعد بھی آپؐ ہر ہفتہ اس مسجد میں تشریف لاتے اور نماز ادا کرتے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے اس مسجد میں آتے اور نماز ادا کرتے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کہتے ہیں: قباء کی مسجد اسلام میں وہ پہلی مسجد تھی جس کی بناء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے تکمیل ہجرت کے بعد پہلے دن رکھی گئی اور جسے مسلمانوں نے گویا ایک قومی عبادت گاہ کے طور پر تعمیر کیا۔

(سیرۃ خاتم النبیین جدید ایڈیشن صفحہ 297)

مسجد قباء کی شان

صحیح بخاری میں عروۃ بن زبیرؓ کی روایت ہے کہ ہجرت کے وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرما ہوئے تو پہلے چند دن آپ نے قباء میں قیام فرمایا یہ پیر کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عمرو بن عوف میں کچھ روز ٹھہرنے کے بعد آپ نے اس مسجد کی بنیاد رکھی۔ اُسِّسَ عَلَی التَّقۡوٰی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔

(بخاری کتاب المناقب الانصار باب ہجرۃ النبیؐ و اصحابہ الی المدینہ 3906)

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَاۡتِیۡ قُبَاءً مَاشِیًا وَرَاکِبًا

(بخاری کتاب فضل الصلوٰۃ باب اتیان مسجد قباء ماشیا و راکبا)

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قباء میں پیدل بھی تشریف لاتے اور سوار ہو کر بھی۔ نافع کی روایت میں ہے اور آپ اس میں دو رکعت نماز ادا فرماتے۔

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ہر ہفتہ کو مسجد قباء آتے اور بغیر نماز ادا کئے اس میں سے باہر نکلنا ناپسند فرماتے اور بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہونے کی حالت میں بھی اور پیدل بھی یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب فضل الصلوٰۃ باب مسجد قباء)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کو پیدل بھی اور سوار ہو کر بھی مسجد قباء تشریف لاتے۔ عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب فضل الصلوٰۃ)

مسجد قباء میں نماز پڑھنے کا ثواب

سنن ترمذی میں ہے۔ اَلصَّلَاۃُ فِیۡ مَسۡجِدِ قُبَاءٍ کَعُمۡرَۃٍ مسجد قباء میں نماز پڑھنا عمرہ کرنے کے ثواب کے برابر ہے۔

(ترمذی کتاب الصلوٰۃ۔ باب ماجاء فی الصلوٰۃ فی مسجد قباء)

حضرت سہیل بن حنیفؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر وہ مسجد قباء آئے اور اس میں نماز ادا کرے اسے عمرہ کے برابر اجر ملے گا۔

(ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ماجاء فی الصلوٰۃ فی مسجد قباء)

اسید بن ظہیرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد قباء میں دو رکعت نماز پڑھنا مجھے اس شخص کی نسبت جو دو دفعہ بیت المقدس سے ہو کر آتا ہے زیادہ محبوب ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ ’’اگر لوگوں کو مسجد قباء کی عظمت و شرف کا علم ہو جائے تو وہ اس تک پہنچنے کے لئے اپنے اونٹوں کو تھکا دیں۔

(شرح زرقانی جلد 2 صفحہ 155)

اہل قباء کی شان

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ آیت فِیۡہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّتَطَہَّرُوۡا ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُطَّہِّرِیۡنَ (التوبہ:108) یعنی اس میں (آنے والے) ایسے لوگ ہیں جو خواہش رکھتے ہیں کہ بالکل پاک ہوجائیں اور اللہ کامل پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اہل قباء کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ وہ پانی سے استنجا کیا کرتے ہیں۔

(سنن ترمذی کتاب تفسیر القرآن۔ ومن سورۃ توبہ)

مسجد قباء کی توسیع

حضرت عمر بن عبد العزیز نے 91ھ/709ء میں مسجد قباء کی توسیع کی اور چونا وغیرہ سے پتھروں کی چنائی کی۔ پتھر کے بے حد

بقیہ صفحہ 11 پر

انور رشید۔ صدر مجلس انصار اللہ سویڈن

حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی

اکرامِ ضیف یعنی مہمان نوازی اُن اخلاقِ فاضلہ میں سے ایک ہے جو کہ معاشرہ میں بمنزلہ روح کے ہیں۔ مہمان نوازی معاشرہ میں احترام، محبت اور اعتماد کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک یہ اخلاقی قوت اُس میں نشوونما نہیں پاتی۔

اکرامِ ضیف میں بہت سی باتیں داخل ہیں۔ مثلاً مرحبا کہنا، اظہارِ بشاشت کرنا، حسبِ استطاعت کھانا وغیرہ کھلانا، مہمان کے آرام میں ایثار سے کام لینا اور جب وہ روانہ ہو تو اُس کی مشایعت کرنا۔

اکرامِ ضیف انبیاء علیہم السلام کی سنت میں داخل ہے اور حقیقت میں یہ کامل خُلق اُنہی میں پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اُن کی خواہش ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی مخلوق اُن کے پاس بغرضِ حصولِ ہدایت آئے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثال دیتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَاۤ اِبۡرٰهِیۡمَ بِالۡبُشۡرٰی قَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِیۡذٍ ﴿۷۰﴾

(ہود: 70)

ترجمہ: اور ہمارے فرستادے یقیناً ابراہیم کے پاس خوشخبری لائے تھے اور کہا تھا کہ ہماری طرف سے آپ کو سلام ہو۔ اُس نے کہا کہ تمہارے لئے بھی ہمیشہ کی سلامتی ہو اور پھر وہ جلدی سے ایک بُھنا ہوا بچھڑا لے آیا۔

اکرامِ ضیف کے کامل خُلق کا نمونہ سب سے زیادہ ہمارے پیارے آقا رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں پایا جاتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنۡ کَانَ یُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡآخِرِ فَلۡیُکۡرِمۡ ضَیۡفَهٗ (صحیحین) یعنی جو خدا تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اِکرام کرے۔

حضرت رسول کریم ﷺ کے بعد ہمیں اس خُلق کا بہترین نمونہ آپ کے بروزِ کامل حضرت مسیح موعودؑ میں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبل ازوقت وحی الٰہی کے ذریعہ آنے والی مخلوق کی خبر دی تھی کہ لَا تُصَعِّرۡ لِخَلۡقِ اللّٰهِ وَلَا تَسۡئَمۡ مِنَ النَّاسِ لہٰذا آپ اس پیغام کے بعد مہمانوں کے استقبال اور اِکرام کے لئے تیار تھے۔

رسالہ ''فتح اسلام'' میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام اور اپنے سلسلہ کے کاموں کی کامیابی کے لئے پانچ بنیادی شاخوں کا ذکر فرمایا ہے۔ آپؑ نے ان بنیادی شاخوں میں سے ایک شاخ مہمان نوازی کو قرار دیا ہے۔

(ماخوذ از رسالہ فتح اسلام، روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 14)

آپ کو اللہ تعالیٰ نے جس خاندان میں پیدا کیا تھا وہ اپنی عزت و وقار کے لحاظ سے نہ صرف ممتاز بلکہ اپنی مہمان نوازی اور جود وسخا کے لئے بھی مشار الیہ تھا۔

آپ کی والدہ محترمہ چراغ بی بی صاحبہ خاص طور پر مہمان نوازی کے لئے مشہور تھیں۔ اُن کے دل میں مہمان نوازی کے لئے نہایت جوش اور وسعت تھی۔ اگر چار آدمیوں کے کھانے کی اطلاع ملتی تو آٹھ سے زائد آدمیوں کا کھانا بھیجا جاتا۔ مہمانوں کے آنے سے اُنہیں دلی خوشی ہوتی تھی۔

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شِیرِ مادر کے ساتھ ہی مہمان نوازی کے خلق کو جزوِ بدن بنایا تھا۔ جب سے آپ نے آنکھ کھولی اس خوبی کو دیکھا اور سیکھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسح کیا اور معطّر فرمایا تو جو قوتیں آپ میں بطور بیج کے تھیں ایک بڑے تناور درخت کی صورت میں نمودار ہوئیں۔

جب آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور نہ ہوئے تھے تب بھی بعض لوگ آپ کے پاس آتے تھے۔ اُن کی مہمان نوازی میں بھی آپ کا وہی طریق تھا جو کہ ماموریت کے بعد تھا۔ غرضیکہ ہر زمانہ میں آپ کی شانِ مہمان نوازی یکساں پائی جاتی ہے۔

ایک جگہ اس خدائی کفالت کے ایک پہلو کا ذکر کرتے ہوئے انتہائی شکر کے انداز میں فرماتے ہیں:

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ کَانَ اُکُلِیۡ
وَ صِرْتُ الْیَوْمَ مِطْعَامِ الْاَهَالِیۡ

یعنی ایک زمانہ تھا کہ دسترخوانوں کے بچے ہوئے ٹکڑے میری خوراک تھے مگر آج خدا کے فضل سے میرے دسترخوان پر خاندانوں کے خاندان پل رہے ہیں۔

مہمان نوازی کا یہ عالَم تھا کہ شروع میں جب مہمانوں کی کثرت نہ تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحت بھی نسبتاً بہتر تھی، آپ اکثر اوقات مہمانوں کے ساتھ اپنے مکان کے مردانہ حصہ میں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور ضیافت کا اہتمام آپ کے گھر سے ہی ہوتا تھا جس کی حضرت اماں جان خود نگرانی فرماتی تھیں مگر جب آخری سالوں میں زیادہ کام ہو گیا تو پھر باہر انتظام کیا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لنگر کا انتظام خود اپنے ہاتھ میں رکھا گو بعض احباب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کرتے تھے کہ حضور کو انتظام کی وجہ سے بہت تکلیف ہوتی ہے اور حضور کا حرج بھی بہت ہوتا ہے۔ یہ انتظام اپنے خدام کے سپرد کر دیں مگر آپ نہ مانے کیونکہ آپ کو اندیشہ رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ اُن کے پاس انتظام جانے سے کسی کو تکلیف ہو۔

اب خاکسار آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کے چند نمایاں اوصاف پیش کرنے کی کوشش کرے گا جن کا اس قلیل وقت میں بیان کرنا ایک بہت مشکل امر ہے۔

آپ کی دلی خواہش ہوتی تھی کہ دوست خصوصاً کثرت سے آئیں اور بہت دیر تک آپ کے پاس ٹھہریں۔ آپ مہمانوں کے جلد واپس جانے پر خوش نہ ہوتے تھے اور جانے پر ناخوشی سے رخصت دیتے تھے۔

آپ کا مقصد محض یہ ہوتا تھا کہ احباب پر حق کھل جائے اور جس غرض سے آپ کو مبعوث کیا گیا ہے لوگوں پر عیاں ہو جائے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

''ہنوز لوگ ہمارے اغراض سے واقف نہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں کہ وہ کیا بن جائیں۔ وہ غرض جو ہم چاہتے ہیں اور جس کیلئے خدا تعالیٰ نے ہمیں مبعوث فرمایا ہے وہ پوری نہیں ہوسکتی جب تک لوگ یہاں بار بار نہ آئیں اور آنے سے ذرا بھی نہ اکتائیں۔''

نیز فرمایا کہ:

''جو شخص ایسا خیال کرتا ہے کہ آنے میں اُس پر بوجھ پڑتا ہے یا ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے میں ہم پر بوجھ ہوگا اُسے ڈرنا چاہئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہاں ہمارا اعیال ہو جائے تو ہماری مہمات کا متکفّل خدا تعالیٰ ہے ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے۔ یہ وسوسہ ہے جسے دلوں سے دور پھینکنا چاہئے۔ میں نے بعض کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم یہاں بیٹھ کر کیوں حضرت صاحب کو تکلیف دیں۔ ہم تو نکمے ہیں۔ یوں ہی روٹی بیٹھ کر کیوں توڑا کریں۔ وہ یہ یاد رکھیں یہ شیطانی وسوسہ ہے جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالا ہے کہ ان کے پیر یہاں جمنے نہ پائیں۔''

ایک روز حکیم فضل دین صاحبؓ نے عرض کیا کہ حضور! مَیں یہاں نکمّا بیٹھا کیا کرتا ہوں۔ حکم ہو تو بھیرہ چلا جاؤں وہاں درسِ قرآن ہی کروں گا، یہاں مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ مَیں حضور کے کسی کام نہیں آتا اور شاید بیکار بیٹھنے میں کوئی معصیت ہو۔ فرمایا کہ: ''آپ کا یہاں بیکار بیٹھنا ہی جہاد ہے اور یہ بیکاری بڑا کام ہے۔'' غرض بڑے دردناک اور افسوس بھرے لفظوں میں نہ آنے والوں کی شکایت کی۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 455-456 ایڈیشن 1984ء)

ایک مرتبہ حضرت منشی ظفر احمدؓ صاحب کپورتھلوی قادیان تشریف لائے۔ اُن دنوں آپ مجسٹریٹ کے ریڈر تھے اور آپ ایک دو دن کے لئے موقع نکال کر آئے تھے۔ مگر جب بھی اجازت مانگتے تو حضورؑ کا یہی جواب ہوتا کہ چلے جانا، ابھی کون سی جلدی ہے اور اس طرح اُنہیں ایک لمبا عرصہ اپنے پاس قادیان میں ہی رکھا۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 153)

منشی عبد الحق صاحب ایک زمانہ میں عیسائی ہو گئے تھے اور لاہور مشن کالج میں بی۔اے کلاس میں پڑھتے تھے۔ اُنہوں نے الحکم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض تحریرات پڑھ کر آپ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ اسلام کی حقانیت اور صداقت کو عملی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُنہیں لکھ بھیجا کہ وہ کم از کم دو ماہ کے لئے قادیان آ جائیں۔

جب منشی صاحب قادیان پہنچے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت ناساز تھی مگر اس کے باوجود آپ اُن کے استقبال کے لئے باہر تشریف لائے اور پوری تبلیغ فرمائی اور آخر میں منشی صاحب سے فرمایا:

''آپ ہمارے مہمان ہیں اور مہمان وہی آرام پا سکتا ہے جو بے تکلّف ہو۔ پس آپ کو چاہئے کہ جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بے تکلف کہہ دیں۔''

پھر جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

''دیکھو! یہ ہمارے مہمان ہیں اور تم میں سے ہر ایک کو مناسب ہے کہ ان سے پورے اخلاق سے پیش آوے اور کوشش کرتے رہو کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔''

(الحکم 31/ جنوری 1902ء صفحہ 3-4 کالم 2)

جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مہمان کے آنے پر بے حد خوش ہوتے تھے وہاں آپ کی انتہائی کوشش کوتی تھی کہ مہمان کو ہر ممکن آرام ملے۔ آپ لنگر خانہ والوں کو اس سلسلہ میں خاص تاکید فرمایا کرتے تھے۔

آپ نے میاں نجم الدین صاحب مہتمم لنگر خانہ کو بلا کر فرمایا:

''دیکھو! بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بعض کو تم شناخت کرتے ہو اور بعض کو نہیں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو۔ سردی کا موسم ہے چائے پلاؤ، تکلیف کسی کو نہ ہو۔ تم پر میرا حسنِ ظن ہے کہ مہمانوں کو آرام دیتے ہو۔ ان سب کی خوب خدمت کرو۔ اگر کسی گھر یا مکان میں سردی ہو تو لکڑی یا کوئلہ کا انتظام کرو۔''

(ماخوذ از ذکرِ حبیب از حضرت مفتی محمد صادقؓ صفحہ 195 البدر 8/ جنوری صفحہ 3-4)

آپ اکثر فرماتے تھے کہ:

''مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 292 ایڈیشن 2003ء)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ منی پور

آسام کے دور دراز علاقہ سے دو مہمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام سن کر آپ سے ملنے قادیان آئے اور مہمان خانہ کے پاس پہنچ کر لنگر خانہ کے خادموں کو اپنا سامان اُتارنے اور چارپائی بچھانے کو کہا۔ لیکن خدام کو اس طرف فوری توجہ نہ ہوئی اور وہ اُن مہمانوں کو یہ کہہ کر دوسری طرف چلے گئے کہ آپ یکہ سے سامان اُتاریں چارپائی بھی آ جائے گی۔ اُن تھکے ماندے مہمانوں کو یہ جواب ناگوار گذرا اور وہ رنجیدہ ہو کر اُسی وقت واپس روانہ ہو گئے۔ مگر جب حضرت صاحب کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی آپ نہایت جلدی، ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو رہا تھا، اُن کے پیچھے تیز تیز قدم چل پڑے۔

حضرت صاحب اتنی تیزی کے ساتھ اُن کے پیچھے گئے کہ قادیان سے اڑھائی میل کے فاصلہ پر نہر کے پُل کے پاس اُنہیں جالیا اور بڑی محبت اور معذرت کے ساتھ اصرار کیا کہ واپس قادیان چلیں اور فرمایا کہ آپ کے واپس چلے جانے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ آپ یکہ پر سوار ہو جائیں مَیں پیدل چلوں گا۔ آپ اُنہیں اپنے ساتھ واپس قادیان لائے اور مہمان خانہ میں پہنچ کر اُن کا سامان اُتارنے کے لئے آپ نے اپنا ہاتھ یکہ کی طرف بڑھایا مگر خدام نے آگے بڑھ کر سامان اُتار لیا۔

اس کے بعد حضرت صاحب اُن کے پاس بیٹھ کر محبت اور دلداری کی گفتگو فرماتے رہے اور دوسرے دن جب یہ مہمان واپس روانہ ہونے لگے تو حضرت صاحب نے دودھ کے دو گلاس منگوا کر اُن کے سامنے بڑی محبت سے پیش کیے اور پھر دو اڑھائی میل پیدل چل کر بٹالہ کے راستہ والی نہر تک چھوڑنے کے لئے ساتھ گئے اور اپنے سامنے یکہ پر سوار کرا کر واپس تشریف لائے۔

(ماخوذ از سیرت المہدی حصہ دوم از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 57-56 روایت نمبر 1069)

آپ مہمانوں کو بھی کثرت سے فرماتے تھے کہ:

’’آپ مہمان ہیں آپ کو جس چیز کی تکلیف ہو مجھے بے تکلّف کہیں کیونکہ مَیں تو اندر رہتا ہوں اور نہیں معلوم ہوتا کہ کس کو کیا ضرورت ہے۔ آجکل مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے بعض اوقات خادم بھی غفلت کر سکتے ہیں۔ آپ اگر زبانی کہنا پسند نہ کریں تو مجھے لکھ کر بھیج دیا کریں۔ مہمان نوازی تو میرا فرض ہے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 142)

حضرت مرزا بشیر احمدؓ سلسلہ احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت نہایت درجہ مہمان نواز تھی۔ خواہ مہمان احمدی و غیر احمدی ہوں وہ آپ کی محبت اور مہمان نوازی سے پورا پورا حصہ پاتے تھے اور آپ اُن کے آرام و آسائش کا از حد خیال رہتا تھا۔ آپ کی طبیعت میں تکلّف بالکل نہ تھا اور ہر مہمان کو ایک عزیز کے طور پر ملتے تھے اور اُس کی خدمت اور مہمان نوازی میں دلی خوشی پاتے تھے۔

اوائل زمانہ کے آنے والے لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مہمان آتا تو آپ ہمیشہ اُسے مسکراتے ہوئے چہرہ سے ملتے، مصافحہ کرتے، خیریت پوچھتے، عزت کے ساتھ بٹھاتے، گرمی کا موسم ہوتا تو شربت بنا کر پیش کرتے، سردیاں ہوتیں تو چائے وغیرہ تیار کروا کر لاتے، رہائش کی جگہ کا انتظام کرواتے اور کھانے وغیرہ کے متعلق مہمان خانہ کے منتظمین کو خود بلا کر تاکید فرماتے کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ نیز جس ملک اور مذاق کا مہمان ہوتا اُس کے کھانے کے واسطے اُسی قسم کا کھانا تیار کرواتے۔

آپ ایسے موقع پر فرمایا کرتے تھے کہ اگر اُن کی صحت ہی درست نہ رہی تو دین کیا سیکھیں گے۔

(ماخوذ از سلسلہ احمدیہ جلد اوّل صفحہ 208)

ایک مرتبہ سیّد محمد رضوی صاحب (وکیل ہائی کورٹ حیدرآباد دکن) حیدرآباد سے ایک جماعت لے کر آئے۔ حیدرآبادی لوگ عموماً تُرش سالن کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ آپ نے خاص طور پر حکم دیا کہ ان کے لئے مختلف قسم کے کھٹے سالن تیار ہوا کریں تا اُنہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ ایسا ہی جب سیٹھ اسماعیل آدم صاحب بمبئی سے آئے تو اُن کے لئے بلا ناغہ دو وقت پلاؤ اور مختلف قسم کے چاول تیار ہوتے تھے کیونکہ وہ عموماً چاول کھانے کے عادی تھے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 152)

مولانا عبدالکلام آزاد کے بڑے بھائی مولوی ابو نصر آہ مرحوم 3/مئی 1905ء کو قادیان تشریف لائے۔ اُنہوں نے قادیان سے جانے کے بعد امرتسر کے اخبار وکیل میں اپنے سفر قادیان کا حال شائع کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

’’مَیں نے اور کیا دیکھا؟ قادیان دیکھا۔ مرزا صاحب سے ملاقات کی، مہمان رہا۔ مرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ میرے مُنہ میں حرارت کی وجہ سے چھالے پڑ گئے تھے اور مَیں شور غذائیں کھا نہیں سکتا تھا۔ مرزا صاحب نے دودھ اور پاؤ روٹی تجویز فرمائی۔ دورانِ قیام کی متواتر نوازشوں پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقع دیا کہ ہم آپ کو اس وعدہ پر واپس جانے کی اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتہ قیام کریں۔‘‘

پھر آپ لکھتے ہیں کہ:

’’راستے کچے اور ناہموار ہیں بالخصوص وہ سڑک جو بٹالہ سے قادیان آتی ہے۔ یکہ میں مجھے جس قدر تکلیف ہوئی تھی، نواب صاحب کے رقعہ نے لوٹتے کے وقت نصف کی تخفیف کر دی۔‘‘ (گویا اُن کی واپسی کا بھی عمدہ سامان کیا)۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 143-144)

(الحکم 24/مئی 1905ء صفحہ 10-11)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک بہت شریف اور بڑے غریب مزاج احمدی سیٹھی غلام نبی صاحبؓ ہوتے تھے جو کہ چکوال کے تھے اور راولپنڈی میں دکان کیا کرتے تھے انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ: ’’ایک دفعہ مَیں حضرت اقدسؑ کی زیارت کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی۔ مَیں شام کے وقت قادیان پہنچا۔ رات کو جب کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گذر گئی اور قریباً 12 بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے دروازہ پر دستک دی۔ مَیں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت اقدسؑ کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ تھا اور دوسرے میں لالٹین تھی۔ آپ فرمانے لگے کہ کہیں سے دودھ آ گیا تھا مَیں نے کہا آپ کو دے آوٴں۔ آپ یہ دودھ پی لیں۔ آپ کو شاید دودھ پینے کی عادت ہو گی اس لیے یہ دودھ لایا ہوں۔

سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے کہ سبحان اللّٰہ! کیا اخلاق ہیں۔ یہ خدا کا برگزیدہ اپنے ادنیٰ خادموں کی خدمت و دلداری میں کتنی لذت پاتا ہے اور کتنی تکلیف اُٹھاتا ہے۔

(ماخوذ از سیرت المہدی۔ جلد اوّل حصہ سوم صفحہ 770 روایت نمبر 868)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں قادیان سے رخصت ہونے لگا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت بھی دے دی۔ پھر فرمایا ٹھہر جائیں۔ آپ دودھ کا گلاس لے آئے اور فرمایا: ’’یہ پی لیں‘‘ شیخ رحمت اللہ صاحب بھی آ گئے پھر اُن کے لئے بھی حضرت صاحب دودھ کا گلاس لائے اور پھر نہر تک ہمیں چھوڑنے کے لئے تشریف لائے اور بہت دفعہ حضور نہر تک چھوڑنے کے لئے تشریف لاتے۔

(سیرت المہدی۔ حصہ دوم از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 107 روایت نمبر 1125)

حضرت مولوی حسن علی صاحب بھاگلپوری اپنی کتاب ’’تائید حق‘‘ میں بیان کرتے ہیں کہ:

’’جب مَیں امرتسر گیا تو ایک بزرگ کا نام سنا جو مرزا غلام احمد کہلاتے ہیں اور ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان نامی میں رہتے ہیں۔ غرض میرے دل میں مرزا غلام احمد سے ملنے کی خواہش ہوئی۔ چنانچہ مَیں قادیان پہنچا۔ مرزا صاحب مجھ سے بڑے تپاک اور محبت سے ملے۔ جناب مرزا صاحب کے گھر میرا وعظ ہوا۔ انجمن حمایتِ اسلام کے لئے چندہ بھی ہوا۔

ایک چھوٹی سی بات لکھتا ہوں جس سے سامعین ان کی مہمان نوازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مجھ کو پان کھانے کی بُری عادت تھی۔ امرتسر میں تو مجھے پان ملا۔ لیکن بٹالہ میں مجھ کو کہیں پان نہ ملا نہ الاچی وغیرہ کھا کر صبر کیا۔ میرے امرتسر کے دوست نے کمال کیا کہ حضرت مرزا صاحب سے نہ معلوم کس وقت میری اس بری عادت کا تذکرہ کر دیا۔ جناب مرزا صاحب نے گورداسپور ایک آدمی روانہ کیا دوسرے دن گیارہ بجے دن کے جب کھانا کھا چکا تو پان موجود پایا۔ سولہ کوس سے پان میرے لئے منگوایا گیا تھا۔‘‘

(ماخوذ از تائید حق صفحہ 54)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے بیان کیا کہ جب مَیں قادیان سے واپس لاہور جایا کرتا تھا تو حضرت صاحب اندر سے میرے لیے ساتھ لے جانے کے واسطے کھانا بھجوایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب مَیں شام کے قریب قادیان سے آنے لگا تو حضرت صاحب نے اندر سے میرے واسطے کھانا منگوایا۔ جو خادم کھانا لایا وہ یونہی کھلا کھانا لے آیا حضرت صاحب نے فرمایا کہ:

’’مفتی صاحب یہ کھانا کس طرح ساتھ لے جائیں گے؟ کوئی رومال بھی تو ساتھ لانا تھا جس میں کھانا باندھ دیا جاتا۔ اچھا مَیں کچھ انتظام کرتا ہوں۔‘‘

اور پھر آپ نے اپنے سر کی پگڑی کے ایک کنارہ کاٹ کر اُس میں وہ کھانا باندھ دیا۔

(سیرت المہدی از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 391-392 روایت نمبر 433)

اسی طرح ڈاکٹر عبداللہ صاحبؓ نَو مسلم بیان کرتے ہیں کہ:

جب مَیں قادیان پہنچا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مزدور کے پاس، جو کہ اینٹیں اُٹھا رہا تھا، کھڑے تھے۔ آپ مزدور کے پاس سے آ کر راستہ پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اس وقت کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا کہ بٹالہ سے آ رہا ہوں۔ پوچھا کہ پیدل آئے ہو؟ مَیں نے عرض کیا: ہاں۔ افسوس کے لہجہ میں فرمایا تمہیں بڑی تکلیف ہوئی ہو گی۔ آپ نے فرمایا اچھا بتاؤ چائے پیو گے یا لسّی؟ مَیں نے عرض کیا کہ: حضور کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا: تکلّف کی کوئی ضرورت نہیں، ہمارے گھر گائے ہے جو تھوڑا سا دودھ دیتی ہے، گھر والے چونکہ دہلی گئے ہوئے ہیں اس لئے لسّی بھی موجود ہے اور چائے بھی۔ جو چاہو پی لو۔ مَیں نے کہا: لسّی پیوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ مسجد مبارک میں چل کر بیٹھو۔ مَیں مسجد میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں بیت الفکر کا دروازہ کھلا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضورؑ ایک کوری ہانڈی مع کوری چپنی کے، جس میں لسّی تھی، خود اُٹھائے ہوئے دروازہ سے نکلے۔ چپنی پر نمک تھا اور اُس کے اوپر ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ حضورؑ نے وہ ہانڈی میرے سامنے رکھ دی اور اپنے دستِ مبارک سے گلاس میں لسّی ڈالنے لگے۔ مَیں نے خود گلاس پکڑ لیا۔ اتنے میں چند اور دوست بھی آ گئے۔ مَیں نے اُنہیں بھی لسّی پلائی اور خود بھی پی۔ پھر حضورؑ وہ ہانڈی اور گلاس لے کر اندر تشریف لے گئے۔ حضورؑ کی اس شفقت اور نوازش کو دیکھ کر میرے ایمان کو بہت ترقی ہوئی۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 132)

اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام مہمانوں کی ضرورت اور

راحت کے لئے اپنی ضروریات کو قربان کر دیا کرتے تھے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں لاہور سے حضورؑ کی ملاقات کے لئے آیا اور وہ سردیوں کے دن تھے اور میرے پاس اوڑھنے کے لئے رضائی وغیرہ نہیں تھی۔ مَیں نے حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ حضور! رات کو سردی لگنے کا اندیشہ ہے۔ حضور مہربانی کر کے کوئی کپڑا عنایت فرمائیں۔ حضرت صاحب نے ایک ہلکی رضائی اور ایک دھسا ارسال فرمائے اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ رضائی محمود کی ہے اور دھسا میرا۔ آپ ان دونوں میں سے جو پسند کریں رکھ لیں اور چاہیں تو دونوں رکھ لیں۔

(ماخوذ از سیرت المہدی از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 391 روایت نمبر 433)

اسی طرح حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ

ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر بہت مہمان آئے جن کے پاس کوئی پارچہ سرمائی نہ تھا۔ ایک شخص نبی بخش نمبردار ساکن بٹالہ نے اندر سے لحاف منگوانے شروع کئے اور مہمانوں کو دیتا رہا۔ مَیں عشاء کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بغلوں میں ہاتھ دیے بیٹھے تھے اور ایک صاحبزادہ جو غالباً میاں محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) پاس لیٹے تھے اور ایک شُتری چوغہ اُنہیں اوڑھا رکھا تھا۔ معلوم ہوا آپ نے طلب کرنے پر اپنا لحاف اور بچھونا مہمانوں کے لئے بھیج دیا اور ساری رات اسی طرح گذار دی۔

(ماخوذ از سیرت المہدی حصہ دوم از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 91-92 روایت نمبر 1118)

حضرت بابو غلام محمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

مارچ 1897ء میں ہم لاہور کے کافی سارے تعلیم یافتہ نوجوانوں نے قادیان اس غرض سے دورہ کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کی حقیقت اُن کے گھر جا کر معلوم کی جائے۔ ان نوجوانوں میں مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر محمد اقبال صاحب، چوہدری شہاب الدین صاحب بھی شامل تھے۔

رات کو کھانا کھانے کے بعد حضرت صاحب تشریف لائے اور ہر ایک سے پوچھا کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ ہر شخص نے کہا کہ حضور! مجھے کوئی تکلیف نہیں مگر مَیں پریشان کھڑا تھا۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور! میری چارپائی کسی نے چھین لی ہے اور مَیں حیران ہوں کہ کہاں سوؤں؟ فرمایا: ٹھہریئے! مَیں آپ کے لئے اَور چارپائی لے کر آتا ہوں۔ مگر جب کافی دیر گذر گئی اور چارپائی نہ آئی تو مَیں نے حضورؑ کے مکان کے صحن کے دروازہ سے اندر جو جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص جلدی جلدی چارپائی بُن رہا ہے اور حضورؑ اس کے پاس بیٹھے ہوئے دِیا ہاتھ میں لے کر اُسے روشنی کر رہے ہیں مَیں آگے بڑھا اور عرض کیا کہ حضور دِیا مجھے پکڑا دیں۔ مگر حضورؑ نے فرمایا کہ اب تو ایک پھیرا ہی باقی ہے۔ حضورؑ کے یہ اخلاق دیکھ کر مجھ پر اتنا اثر ہوا کہ میرے آنسو نکل آئے۔ اُس وقت مَیں حضورؑ کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر کہہ رہا تھا کہ یہ چہرہ جھوٹے شخص کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اس سے پہلے جب ہم مغرب کے بعد حضورؑ کے ساتھ کھانے پر بیٹھے ہوئے تھے تو مَیں چونکہ حضورؑ کے قریب تھا حضورؑ اُٹھاتے بٹیر اور فرماتے یہ کھائیں، دوسرا گوشت اُٹھاتے اور میرے آگے رکھ کر فرماتے یہ کھائیں۔ اس لئے مَیں حضورؑ کے اخلاقِ عالیہ سے بہت ہی متاثر تھا۔ مگر رات چارپائی والا واقعہ دیکھ کر مَیں دل و جان سے حضورؑ کا غلام بن گیا۔

(تاریخِ احمدیت لاہور از شیخ عبدالقادر سوداگر مل۔ صفحہ 217-218)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مہمان نوازی کی یہ بھی ایک صفت تھی کہ آپ مہمانوں سے بالکل بے تکلفانہ برتاؤ کرتے تھے اور مہمان یقین کرتا تھا کہ وہ اپنے عزیزوں اور غمگسار دوستوں میں ہے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 153)

آپ اکثر اوقات مہمانوں کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھاتے اور کھانے کے دوران ہر قسم کی گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا گویا ظاہری کھانے کے ساتھ علمی اور روحانی کھانے کا دسترخوان بھی بچھ جاتا۔

آپ ایسے مواقع پر اس بات کی نگرانی بھی فرماتے تھے کہ ہر شخص کے سامنے دسترخوان کی ہر چیز پہنچ جائے۔ ہر مہمان کے متعلق دریافت فرماتے رہتے کہ کسی خاص چیز کی عادت تو نہیں۔ پھر حتّی الوسع ہر ایک کے لئے اُس کی عادت کے موافق چیز مہیا فرماتے تھے۔

اگر آپ کو یہ معلوم ہو جاتا کہ مہمان کو اچار کا شوق ہے اور اچار دسترخوان پر نہ ہوتا تو خود کھانا کھاتے کھاتے اُٹھ کر اندرونِ خانہ تشریف لے جاتے اور اچار لا کر مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے۔

چونکہ آپ بہت تھوڑا کھانے کی وجہ سے جلد شکم سیر ہو جاتے تھے اس لئے سیر ہونے کے بعد بھی آپ روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرّے اُٹھا کر مُنہ میں ڈالتے رہتے تھے تا کہ کوئی مہمان اس خیال سے کہ آپ نے کھانا کھا لیا ہے دسترخوان سے بھوکا ہی نہ اُٹھ جائے۔

بے تکلفی پیدا کرنے کے لئے کبھی کبھی شہتوت، بیدانہ کے ایّام میں باغ میں جا کر ٹوکرے بھروا کر منگواتے اور مہمانوں کو ساتھ لے کر انہی ٹوکروں میں سے سب کے ساتھ کھاتے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 154)

ایک دفعہ خواجہ (کمال الدین) صاحب کے لئے آموں کا ایک بارِ خر خریدا گیا۔ احباب مذاق کرتے تھے کہ خواجہ صاحب آموں کا گدھا کھا گئے ہیں۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 155)

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مولوی صاحب اور چند دیگر احباب حضرت اقدسؑ کی ملاقات کے لئے اندر مکان میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے خربوزے کھانے کو دیئے اور مولوی صاحب کو ایک موٹا سا خربوزہ دیا اور فرمایا کہ اسے کھا کر دیکھیں کیسا ہے؟ پھر آپ ہی مسکرا کر فرمایا موٹا آدمی منافق ہوتا ہے پھیکا ہی ہو گا۔ چنانچہ وہ پھیکا ہی نکلا۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 155)

حضرت خلیفہ نور الدین جمونی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت اقدسؑ چاء دانی چائے سے بھری ہوئی لائے اور فرمایا کہ خلیفہ صاحب یہ تم نے پینی ہے یا مَیں نے؟ مَیں نے عرض کیا کہ حضور! اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا ہمارے گھر والوں پر حرام ہے۔ اس سے اَور بھی تعجب خلیفہ صاحب کو ہوا۔ اُنہیں متعجب پایا تو فرمایا یہ حرامِ طبّی ہے، شرعی نہیں۔ اُن کی طبیعت اچھی نہیں ہے اور چائے اُن کو مضر ہے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 154)

ایک دفعہ حضرت مفتی صاحب کے لئے ایک ٹوکرا آموں کا منگوایا اور نشست گاہ میں بلا کر فرمایا کہ مفتی صاحب یہ مَیں نے آپ کے واسطے منگوایا ہے، کھالیں۔ مَیں کتنے کھا سکتا تھا، چند ایک ہی مَیں نے کھائے۔ اس پر تعجب سے فرمایا کہ آپ نے بہت تھوڑے کھائے ہیں۔

(ذکرِ حبیب از حضرت مفتی محمد صادقؓ صفحہ 258)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں مہمان داری کا ایک وصف یہ بھی تھا کہ دوست دشمن کا امتیاز نہ تھا۔ آپ مخالف الرائے، ہندو، عیسائی یا مسلمان سبھی کے ساتھ اُسی محبت سے پیش آتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک عرب ہمارے ہاں آیا۔ وہ وہابیوں کا سخت مخالف تھا یہاں تک کہ اُس کے سامنے وہابیوں کا ذکر آتا تو گالیوں پر اُتر آتا۔ اُس نے یہاں آ کر بھی سخت گالیاں دینی شروع کیں اور وہابیوں کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ ہم نے اُس کی کچھ پرواہ نہ کر کے اُس کی خوب خدمت کی اور اچھی طرح سے اُس کی دعوت کی اور ایک دن جب وہ غصہ میں بھرا ہوا وہابیوں کو گالیاں دے رہا تھا کسی شخص نے اُس کو کہا کہ جس کے گھر میں مہمان ٹھہرے ہوئے ہو وہ بھی تو وہابی ہے اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

(البدر 14/ جولائی 1907ء)

ایک دفعہ مولوی عبدالحکیم نصیر آبادی قادیان میں آیا۔ یہ بہت مخالف تھا اور اُس نے لاہور میں 1892ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مباحثہ کیا تھا اور اس مباحثہ کے کاغذات لے کر چلا گیا تھا۔ حضرت کو اُس کے آنے کی اطلاع ہوئی تو اس کو ایک عمدہ کمرہ میں اُتارا گیا اور ہر قسم کی خاطر و تواضع کے لئے آپؑ نے حکم دیا اور ہدایت دی کہ کوئی شخص اس سے ایسی بات نہ کرے جو اُس کی دل شکنی کا باعث ہو اور چونکہ وہ مخالف ہے اگر ایسی بات بھی کرے کہ جو رنج دہ اور دل آزاری کی ہو تو صبر کیا جاوے۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ۔ صفحہ 160-161)

اکتوبر 1902ء میں ایک سادھو کوٹ کپورہ سے آیا اور حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شام کو ملاقات کی۔ آپ نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ یہ ہمارا مہمان ہے اس کے کھانے کا انتظام بہت جلد کر دینا چاہئے۔ ایک شخص کو خاص طور پر حکم دیا کہ ایک ہندو گھر سے اس کے لئے بندوبست کیا جاوے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 142)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک مہمان نے آ کر کہا کہ میرے پاس بستر انہیں ہے۔ حضرت صاحب نے حافظ حامد علیؓ صاحب کو کہا کہ اس کو لحاف دے دو۔ حافظ حامد علیؓ صاحب نے عرض کیا کہ یہ شخص لحاف لے جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ ’’اگر لحاف لے جائے گا تو اُس کا گناہ ہو گا اور اگر بغیر لحاف کے مر گیا تو ہمارا گناہ ہو گا۔‘‘

(الحکم 21/ اپریل 1918ء)

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ وہ مہمان بظاہر کوئی ایسا آدمی معلوم نہ ہوتا تھا جو کسی دینی غرض سے آیا ہو مگر آپ نے اس کی مہمان نوازی میں کوئی فرق نہیں کیا۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغرب کے بعد چند احباب کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ ایک احمدی مہمان نظام الدین ساکن لدھیانہ، جو بہت غریب آدمی تھے اور اُن کے کپڑے بھی دریدہ تھے، حضرت مسیح موعودؑ سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلہ پر تھے۔ اتنے میں کئی دیگر اشخاص خصوصاً وہ لوگ جو بعد میں لاہوری کہلائے، آتے گئے اور حضورؑ کے قریب بیٹھتے گئے جس کی وجہ سے میاں نظام الدین صاحب کو پَرے ہٹنا پڑتا رہا اور آپ سرکتے سرکتے جوتیوں تک پہنچ گئے۔ اتنے میں کھانا آیا تو حضورؑ نے سالن کا ایک پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اُٹھائیں اور میاں نظام الدین صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

’’آؤ! میاں نظام الدین ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں‘‘

اور مسجد کے صحن کے ساتھ کوٹھڑی میں حضرت صاحب اور میاں نظام الدین صاحبؓ نے ایک پیالہ میں کھانا کھایا اَور کوئی اندر نہیں گیا۔

(ماخوذ از سیرت المہدی۔ جلد دوم از حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ 55-56 روایت نمبر 1067)

مہمانوں میں آپ عام برتاؤ اور سلوک میں ہرگز کوئی امتیاز نہیں رکھتے تھے۔ گو منازل و مراتب مناسبہ کو بھی ہاتھ سے نہ دیتے تھے اور یہ حضرت نبی کریم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل تھی۔ 1905ء کے جلسہ سالانہ میں منتظمین نے مولوی غلام حسین پشاوری اور اُن کے ہمراہیوں کے لئے خاص طور پر چند کھانوں کا انتظام کرنا چاہا۔ حضرت مسیح موعودؑ تھوڑی تھوڑی دیر بعد کیفیت طلب فرماتے کہ کھانے کا کیا انتظام ہے؟ اور کس قدر بن گیا ہے؟ اور کیا پکایا گیا ہے؟ اس سلسلہ میں جب عرض کیا گیا کہ مولوی صاحب کے لئے خاص طور پر انتظام کر رہے ہیں تو فرمایا کہ:

بقیہ صفحہ 11 پر

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

بقیہ: یہ پھول محفوظ رکھو (مسیح موعودؑ)...... از صفحہ 3

اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ربوہ میں جب سڑکیں تارکول کی نہ تھیں تو جلسہ سالانہ سے قبل سڑکوں پر سرخ رنگ کی کیری (پتھریلی مٹی) ڈال کر چھڑکاؤ کیا جاتا تھا اور دو تین دن بعد یوں لگتا تھا کہ وہ سڑک پکی سڑک کی طرح ہے مگر شاملین جلسہ کی آمد و رفت سے ان سڑکوں پر گڑھے بن جاتے تھے اور یَأْتُونَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کے الہام کا پورے ہونے کا نظارہ ہم دیکھا کرتے تھے۔اب تو پاکستان میں حکومتی پابندیوں کی وجہ سے جلسہ سالانہ منعقد نہیں ہوتا مگر یہ لنگر تو اب 100 سے زائد ممالک میں جاری ہے اور ترقی یافتہ ممالک میں جہاں آمد و رفت کے لیے سڑکیں پختہ نہیں ہیں وہاں شاملین جلسہ کی آمد سے یہ الہام پورا ہوتا ہم دیکھتے ہیں۔قادیان میں جتنی بار جلسہ میں شمولیت کی مجھے توفیق ملی۔وہاں یہی کیفیت دیکھنے کو ملی۔سیرالیون مغربی افریقہ جہاں خاکسار کو ساڑھے سات سال خدمت دین کی توفیق ملی اور 2019ء میں جب مرکزی نمائندہ کے طور پر خاکسار نے جلسہ سالانہ سیرالیون میں شمولیت کی۔ وہاں بھی خاکسار نے دیکھا کہ جلسہ سالانہ 2019ء میں 24 ہزار سے زائد شاملین جس طریق سے سفر کر کے پہنچے تھے ان میں سے بعض میلوں پیدل چل کر آئے وہ دراصل یَأْتُونَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کا زندہ ثبوت تھے۔ ایڈیٹر الفضل آن لائن کی حیثیت سے جو رپورٹس جلسہ سالانہ کی افریقن ممالک،بعض لاطینی ممالک اور ترقی یافتہ ممالک سے بغرض اشاعت آتی ہیں۔ان میں بھی بعض رپورٹس میں یہ ذکر ملتا ہے کہ اتنی کثرت سے لوگ ان جلسوں میں شرکت کرنے کے لیے سڑکوں پر چلتے ہیں۔جن کے چلنے سے سڑکوں پر راستے عمیق ہو جاتے ہیں۔اس کا نظارہ قادیان کے 127 ویں جلسہ سالانہ پر دیکھنے کو ملے گا۔

اللہ تعالیٰ اس جلسہ سالانہ کو ہر لحاظ سے مبارک کرے۔شاملین جلسہ کے ساتھ ہو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ تمام دعائیں ان کے حق میں قبول فرمائے جو شاملین جلسہ کے لیے آپ علیہ السلام نے کی ہیں۔آمین

(ابو سعید)

ایڈیٹر کے نام خطوط
الفضل کے تیسرے یوم تاسیس پر خطوط
قسط 2

- **مکرمہ طاہرہ زرتشت ناز۔ناروے حال امریکہ لکھتی ہیں:**

آپ کو بھی بہت مبارک ہو۔اللہ تعالیٰ آپ کو غیر معمولی خدمات کی توفیق دے رہا ہے۔ نئے سال میں داخل ہونا مزید غیر معمولی برکات عظیم الشان ترقیات کا باعث ہو اور ہم سب کا پیارا الفضل وہ ٹارگٹ حاصل کرلے جس کے حاصل کرنے کی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ نے آرزو کی تھی۔ہمیں یہ اعزاز بخشے کہ ہم اس کا ہراول دستہ ثابت ہوں۔آمین ثم آمین۔

- **مکرم نعیم احمد باجوہ۔برکینا فاسو سے لکھتے ہیں:**

مبارک صد مبارک۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی اعزاز سے نوازا ہے کہ آپ کی زیر ادارت جماعت احمدیہ عالمگیر کا ترجمان اخبار جسے خلفاء کرام نے اپنی دعاؤں سے سینچا ہے نئی جہات سے عالمی دور میں داخل ہوا ہے۔الفضل کی پرواز لامحدود ہو چکی ہیں۔اس کے قارئین بیک وقت دنیا کے ہر کونے میں اس سے مستفید ہوتے ہیں۔کبھی پاکستان میں شائع ہونے والا الفضل کئی ہفتے بعد دور دراز دیہات میں پہنچتا تھا۔اب آپ کے ایک کلک کا منتظر شمارہ اسی لمحے لاکھوں ڈیوائیسز پر آن دستک دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی صحت اور عمر میں برکت دے۔آپ کو سلطان نصیر عطا فرمائے۔عاجز کے لئے الفضل ٹیم کا حصہ ہونا باعث اعزاز ہے اور خاکسار الفضل کی خدمت کے لئے ہمہ وقت تیار ہے۔

- **مکرم منور علی شاہد۔جرمنی سے لکھتے ہیں:**

اللہ آپ کو مقبول خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔آپ کی صدارت میں الفضل آن لائن نے ایک علمی و تحقیقی یونیورسٹی کا کردار ادا کیا ہے۔ماشاءاللہ

ایک سبق آموز بات

ترجمہ قرآن سیکھنے کی کوشش کرو

واقفین نو کے ساتھ ایک کلاس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے واقفین سے فرمایا کہ جب تلاوت کر رہے ہو تو اس کا مطلب بھی سمجھنے کی کوشش کرو۔روزانہ قرآن کریم کا ایک رکوع ترجمہ کے ساتھ تلاوت کرو۔لفظی ترجمہ بھی الاسلام ویب سائٹ پر موجود ہے۔کچھ پارے تو ہیں باقی بھی جلد آجائیں گے۔پس ترجمہ قرآن کریم سیکھنے کی کوشش کرو تا کہ آپ کو سمجھ آئے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کیا چاہتا ہے۔کیا احکامات ہیں۔مذہب پر عمل کرنے کی کیا ہدایات ہیں۔ٹھیک ہے بس یہ دو باتیں ہمیشہ یاد رکھو۔

(دورۂ امریکہ 2022ء رپورٹ مکرم عبدالماجد طاہر قسط 17 صفحہ 6 الفضل آن لائن لندن)

(مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

طلوع و غروب آفتاب

22/دسمبر 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	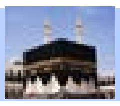	05:32	17:44
مدینہ منورہ	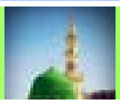	05:38	17:39
قادیان	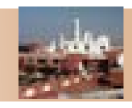	05:58	17:29
ربوہ	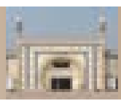	05:37	17:09
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:36	15:58

فقہی کارنر

دلوں کی پاکیزگی سچی قربانی

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

لَنۡ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوۡمُہَا وَلَا دِمَآؤُہَا وَلٰکِنۡ یَّنَالُہُ التَّقۡوٰی مِنۡکُمۡ (الحج:38) یعنی دلوں کی پاکیزگی سچی قربانی ہے گوشت اور خون سچی قربانی نہیں جس جگہ عام لوگ جانوروں کی قربانی کرتے ہیں خاص لوگ دلوں کو ذبح کرتے ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 424)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)